مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں



آخری کوشش

مصنف
ڈاکٹر مولانا محمد اعجاز انجم لطیفی
ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی

مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے
ہم نیک وبد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں

آخری کوشش

مصنف

ڈاکٹر مولانا محمد اعجاز انجم لطیفی

ایم - اے، پی ایچ - ڈی

استاذ

مرکز اہلسنت جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

ناشر

روحانی فاؤنڈیشن

لدھیانہ، پنجاب

کتاب : آخری کوشش

مصنف : ڈاکٹر مولانا محمد اعجاز انجم لطیفی

نظر ثانی : شمس العلما، حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی
سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف
مؤلف جامع الاحادیث حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں قادری
صدر المدرسین، جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج بریلی شریف۔

پروف ریڈنگ : مولانا محمد غلام حسنین مصباحی
صدر المدرسین مدرسہ عربیہ فیض الرسول اوسیا غازی پور

کمپوزنگ : محمد توحید بیگ رضوی

ناشر : ''روحانی فاؤنڈیشن''
سنی جامع مسجد غوثیہ سنیت، بھائی رندھیر سنگھ نگر، لدھیانہ پنجاب

سن اشاعت : فروری ۲۰۰۸ء

قیمت : 50-00

ملنے کے پتے :

قادری کتاب گھر، اسلامیہ مارکیٹ بریلی شریف

قادری بکڈپو، اسلامیہ مارکیٹ بریلی شریف

مکتبہ المصطفیٰ، اسلامیہ مارکیٹ بریلی شریف

مکتبہ رحمانیہ، سوداگران بریلی شریف

فہرست

پیش لفظ

اے رضاؔ ہر کام کا ایک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

برادران اسلام! یہ کتاب ''آخری کوشش'' یکم جنوری ۲۰۰۱ء کو مکمل ہوگئی تھی لیکن کتابت وطباعت کے لئے سرمایہ کی کمی کی وجہ سے اب تک منظر عام پر نہیں آسکی تھی۔ خدا وند قدوس بھلا کرے میرے شاگرد رشید خطیب شہیر عزیزم مولانا مولوی محمد فاروق عالم صاحب خطیب وامام سنی جامع مسجد غوثیہ سنیت، بھائی رندھیر سنگھ نگر، لدھیانہ پنجاب کا، کہ انہوں نے چند ماہ پیشتر کتاب کا مسودہ دیکھا اور پڑھا تو انہیں کتاب پسند آئی۔ موصوف نے مجھ سے کہا کہ حضرت یہ کتاب بہت کارآمد اور مفید ہے وقت اور حالات کے پیش نظر ایسی کتاب کی سخت ضرورت ہے آپ اسے ضرور شائع کرائیں۔ میں نے کہا کہ عزیزم اگر میرے پاس کتابت وطباعت کے لئے سرمایہ ہوتا تو اب تک یہ کتاب منظر عام پر آچکی ہوتی، میرے اس جواب پر موصوف نے فرمایا کہ سرمایہ کی آپ فکر نہ کریں اس کا انتظام ہم کریں گے۔

لہٰذا موصوف کی خواہش اور فرمائش کے مطابق کتاب کی کمپوزنگ اور طباعت کا کام شروع ہوا۔ کتاب کی ترتیب اور حوالہ جات نقل کرنے میں کافی احتیاط سے کام لیا گیا ہے لیکن مجھے اعتراف کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ بتقاضۂ بشری پھر بھی سہو ممکن ہے کیونکہ پروف ریڈنگ کا کام بھی عجلت سے کیا گیا ہے اسلئے اگر کوئی کمی یا غلطی نظر آئے تو مجھے اطلاع فرمائیں کرم ہوگا۔ انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کو دور کردیا جائے گا۔ میں شمس العلما

مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ کا ممنون ومشکور ہوں کہ انہوں نے کتاب کی ترتیب میں مفید مشوروں سے نوازا، ساتھ ہی ساتھ مولانا مفتی محمد صالح صاحب قبلہ، مولانا مفتی محمد حنیف خاں قادری صاحب قبلہ، مولانا مفتی محبوب رضا نوری صاحب کا احسان مند ہوں کہ ان تینوں حضرات نے تقریظ اور تقدیم لکھ کر میری حوصلہ افزائی کی۔

اب آخیر میں اگر مولانا محمد فاروق عالم صاحب اور ان کی تنظیم ''روحانی فاؤنڈیشن'' کے اراکین کا شکریہ ادا نہیں کیا گیا تو بڑی ناقدری اور احسان فراموشی ہوگی کیونکہ ''آخری کوشش'' انہیں حضرات کے تعاون سے منظر عام پر آئی ہے۔ رب قدیر حضرت مولانا محمد فاروق عالم صاحب اور جناب صوفی عبدالرشید صاحب، جناب محمد جاوید خاں صاحب، جناب محمد رضا صدیقی صاحب، جناب عبدالقیوم صاحب، جناب کتاب علی صاحب، جناب ماسٹر احمد صاحب، جناب قسمت علی خاں صاحب، جناب غلام حامد رضا صاحب، جناب ماسٹر نہال احمد صاحب، جناب عبدالخالق صاحب، جناب محمد جہانگیر صاحب، جناب رفاقت رسول خاں صاحب، جناب اکرم بیگ صاحب، جناب محمد قمر صاحب، جناب قدیر خاں صاحب، جناب فہیم خاں صاحب، جناب انظار عالم صاحب، جناب اعظم خاں صاحب، جناب حسن رضا صاحب، جناب علی حسین صاحب، جناب سراج الحق صاحب، جناب محمد راجہ صاحب کو دونوں جہان میں بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے اور کاروبار میں مزید ترقی عطا کرے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

دعاء گو و دعاء جو
محمد اعجاز انجم لطیفی
۲۵؍فروری ۲۰۰۸ء
مقام وڈاکخانہ مادھے پور وایا بارسوئی گھاٹ ضلع کٹیہار، بہار

تقریظ جلیل

از: عالم باعمل صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا مفتی
الحاج محمد صالح صاحب بریلوی قادری نوری
شیخ الحدیث، جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الحميد فى الآخرة والاولىٰ والصلاة والتسليم على خير الخلائق، الذى له الآخرة خير من الاولىٰ و على آله الكرام و صحبه العظام اجمين.

راقم السطور غفرلہ نے عزیز القدر، عالم دین، مولانا مولوی محمد اعجاز انجم لطیفی منظری سلمہ استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام- بریلی شریف کی ترتیب دادہ کتاب ''آخری کوشش'' کا مبیضہ دیکھا۔ اس کے کچھ اوراق کا جگہ جگہ سے مطالعہ کیا (عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے بالاستیعاب، بنظر غائر پوری کتاب نہیں دیکھ سکا) دیکھ کر خوشی ہوئی۔ کتاب اچھی اور نفع بخش معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ مفید مفید معلومات پر مشتمل ہے۔ کتب سلف وخلف کے نفیس نفیس اقتباسات کے زیور سے آراستہ ہے، حلیہ دلائل صحیحہ مقبولہ سے مزین ہے۔ پھر طرز تحریر تقریباً عام فہم ہے۔ عبارت میں سلاست و شائستگی نے کتاب کی افادیت اور بڑھادی ہے۔ جعل اللہ تعالیٰ سعیہ مشکورا؛

فاضل مرتب (زادہ اللہ علما وعملا) نے غلط فہمی یا کم علمی یا بے سمجھی کی بیماری میں مبتلاء طبقہ کی خیر خواہی کا برابر دھیان رکھا ہے جبھی تو وہ احقاق حق اور ابطال باطل کی راہ میں سنجیدگی ومتانت کا دامن تھامے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اپنی جیت یا خود کو چمکانا ان کا مقصود نہیں بلکہ حق کی جیت، حق کی اشاعت اور بیمار قوم کی خیر خواہانہ تیمارداری ہی ان کا مقصود ہے۔ (زادہ اللہ الکریم اخلاصا واحسانا)

کتاب مذکورا گرچہ خصم کے (فریق مخالف کے) سوالوں کے جواب میں لکھی گئی

ہے تاہم مرتب سلمہ کا طرز بیان محض مناظرانہ یا مجادلانہ نہیں رہا (حتی کہ انہوں نے الزامی جواب کے مواقع میں بھی الزامی جواب کو ہاتھ نہیں لگایا) بلکہ التزاماً اس بات کا خیال رکھا ہے کہ سیدھے سادے طور پر مثبت جواب دیدیا جائے۔ انہیں تحقیقی جواب پر اکتفاء میں عام مسلمانوں کی خیر خواہی ملحوظ خاطر رہی (فجزاہ اللہ تعالیٰ جزاءً جزیلا)

فاضل مصنف کی اس سیدھی روش اس ناصحانہ ومُفہمانہ اجابت نے افہام حق کا حق بخوبی ادا کر دیا۔ طالب حق اور انصاف پسند عامی طبقہ بھی خواص کی طرح اس کتاب کے مطالعہ سے حق وناحق بآسانی پہچان سکتا ہے۔ اُخروی نقصان وخسران سے اپنے سرمایۂ ایمانیات ودیانات کی حفاظت کی فکر وسعی کر سکتا ہے۔

اگر بندہ، اعتدال پسندی وطلب حق میں سچا اور پختہ ہو تو امداد الٰہی ضرور اس کی مساعدت کرے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ نفاق سے طہارت نصیب ہوگی۔ فہم حق کے لئے انشراح صدر کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ مند ہوگا۔ اور بے جا عصبیت اور اندھی تقلید کی مُہلکانہ دلدل سے نکل آنے میں کامیاب ہو سکے گا۔ ورنہ خیر نہیں۔

بالجملہ کتاب بہت سی خوبیوں اور نفع بخش معلومات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے قابل تحسین ولائق مطالعہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ لائق قدر کتابوں میں شمار کی جائے گی۔ مولائے کریم اپنی رحمت سے، رحمت عالم نبی رحمت ﷺ کے توسل سے مصنف سلمہ کی یہ سعی مشکور فرمائے۔ کتاب سے قوم کو نفع بخشے اور مصنف کو مزید خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بحرمۃ رسول مقبول سرور عالم سید البشر دانائے مغائب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ والحمد للہ رب العلمین۔

راقم السطور

حقیر فقیر محمد صالح بریلوی قادری نوری

خادم الطلبہ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

۱۵ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۴ر فروری ۲۰۰۸ء

تقریظ انیق

از:- مؤلف جامع الاحادیث حضرت علامہ

مولانا محمد حنیف خاں قادری۔

پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج بریلی شریف

محب گرامی وقار حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی صاحب استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف نے اپنی کتاب ''آخری کوشش'' برائے نظر ثانی راقم الحروف کو عنایت فرمائی اور ساتھ ہی یہ فرمائش بھی کردی کہ مطالعہ کے بعد اس پر اپنے کچھ تاثرات بھی قلمبند کرنے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب علمی دنیا میں بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں، ایک کہنہ مشق قلم کار، ماہنامہ اعلیحضرت کے اداریہ نگار اور مدرسہ وکالج دونوں طرح کی دانش گاہوں کے واقف کار ہیں۔

چنانچہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا، پوری کتاب پڑھ کر آپ کی تمام تر مساعی کا اندازا ہوا اور کتاب کی تصنیف کا پس منظر پڑھ کر اس کی وجہ تسمیہ بھی ظاہر ہوئی، ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ واقعی آپ ملی و مسلکی درد رکھتے ہیں۔

لہذا مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ نے یہ کتاب لکھ کر اپنے وطن کی وہابیت و دیوبندیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی ہے۔

ڈاکٹر صاحب چونکہ مدبرانہ ومفکرانہ صلاحیت کے مالک ہیں لہذا آپ نے اپنی تدبیر و دور اندیشی سے پس منظر میں تمام کارگزاریاں تحریر کردی ہیں اور ساتھ ہی مناظرہ سے

متعلق اصلی کاغذات کی فوٹو کاپیاں لگا کر اپنے حریف کو پابند سلاسل کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ نے اس کے رد وابطال میں زیادہ تر عبارات اسی کے اکابر کی کتابوں سے نقل کی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ نے جواب نہایت مدلل انداز میں دیا ہے۔ لیکن انداز ایسا محققانہ ہے کہ خواص کے ساتھ عوام بھی اس سے بخوبی استفادہ کرسکیں، کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر نقلی وعقلی دلائل سے مزین ہے۔ میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ یہ کتاب حریف کے پیروکاروں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

لہذا آپ کی یہ کوشش قابل تعریف اور لائق ستائش ہے مولی تعالی آپ کی اس سعی بلیغ کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیہ والتسلیم۔

محمد حنیف خاں قادری

پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج بریلی شریف

۱۴ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ

تقدیم

از: عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد محبوب رضا نوری

مرکزی دار الافتاء منظر اسلام سوداگران بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاضل جلیل عالم نبیل مفکر قوم وملت فخر صحافت ادیب العصر حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی صاحب دامت فیوضہ القدسیہ استاذ الجامعۃ الرضویہ منظر اسلام بریلی شریف کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں اللہ رب العزت نے ان کو وسعت قلب ونظر حسن اخلاق، قادر الکلامی فہم وفراست اور بہت سی خوبیوں سے مزین فرمایا ہے۔ بلا مبالغہ محترم ڈاکٹر صاحب ایک ذی علم شخصیت اور بالغ نظر اہل قلم ہیں ان کی تحریر رواں دواں شستہ و شگفتہ، دلچسپ و برجستہ ہونے کے ساتھ ساتھ مدلل ومبرھن ہوتی ہے ان کے تحقیقی مضامین اور بصیرت افروز تصنیفات وتالیفات اس کی واضح مثال ہیں۔

زیر نظر کتاب ''آخری کوشش'' بھی اسی کی ایک کڑی ہے جس میں کثرت دلائل کے ساتھ ساتھ اسلوب بیان کا بھی بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔ کتاب ہذا دراصل ان سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو کہ مناظرۂ مادھے پور ضلع کٹیہار بہار میں علمائے دیوبند نے قائم کیا تھا دیوبندی، وہابی و دیگر فرقہ ضالہ کے اندر چونکہ اتنا دم خم نہیں ہے کہ وہ اہل حق کے سامنے اپنے عقائد خبیثہ رذیلہ کو صحیح اور اہل سنت والجماعت (بریلوی) کے عقائد حقہ کو غلط

ثابت کرسکیں اس لئے اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چیلنج دہندہ مولوی منظور اور ان کے ہم نوا نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی اس طرح یہ طے شدہ مناظرہ ملتوی ہوگیا۔

مولانا لطیفی چونکہ ایک حساس، حالات شناس اور دور اندیش شخصیت کا نام ہے اس لئے آپ نے یہ خیال فرما کر کہ کہیں سوالات علمائے دیوبند عوام الناس کے لئے باعث گمراہی نہ بن جائیں بایں ہمہ آپ نے ان سوالات کا آپریشن ضروری سمجھا اس طرح سے یہ جوابات بنام ''آخری کوشش'' معرض وجود میں آئے۔

مجھے قدرے تعجب ہوا اور افسوس بھی جبکہ دیوبندی وکیل اور ان کے ہم نوا کا پہلا سوال (اعلیٰحضرت امام احمد رضا اور ان کے ہم عقیدہ لوگ مسلمان میں سے ہیں یا نہیں) ملاحظہ کیا کیونکہ ان بیچاروں کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ سیدنا اعلیٰحضرت الشاہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے بارے میں ان کے اکابر نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ فتاویٰ دار العلوم دیوبند اور تھانوی جی کی کتابوں میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ ''ہم بریلی والوں کو مسلمان سمجھتے ہیں انہیں کافر نہیں کہتے ان کے پیچھے ہماری نمازیں ہوجاتی ہیں، ڈاکٹر صاحب نے متعدد حوالوں سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ اکابر علمائے دیوبند امام اہل سنت والجماعت کو پکے سچے مسلمان سمجھتے تھے ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

دیوبندی وکیل اور ان کے ہم نوا کا دوسرا سوال حضور اقدس ﷺ کی بشریت اور نور کے تعلق سے ہے مؤلف کتاب ہذا نے اس کا بھی عالمانہ ومحققانہ جواب عطا فرمایا ہے۔ مقام افسوس ہے کہ دیوبندی حضرات قل انما انا بشر مثلکم اور وہ آیات بینات

جن میں حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا ذکر ہے ان کی آڑ میں توہین رسالت کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور جن آیات بینات میں نورانیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ذکر ہے ان کو نظر انداز کر جاتے ہیں ان حضرات کے لئے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ ان کو افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض الکتاب پڑھ کر اپنے سینے میں روزانہ دم کرنا چاہئے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ اہل سنت والجماعت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو سراپا نور مانتے ہیں اور بشر بھی ہمارا اس پر ایمان و ایقان ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلاۃ والتسلیم بشر ہیں لیکن سید البشر، خیر البشر، افضل البشر ہیں ہم جیسے بشر نہیں اس پر بے شمار نصوص وارد ہیں چنانچہ صحیح بخاری جلد اول ص ۲۴۶ میں ہے انی لست مثلکم اور ص ۲۴۷ میں ہے انی لست کھیئتکم لست کاحدمنکم یعنی حضور علیہ الصلاۃ والتسلمات نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں ای لافی الذات ولافی الصفات اور علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ جلد اول ص ۲۴۸ میں فرماتے ہیں اعلم ان من تمام الایمان بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الایمان باللہ تعالیٰ جعل بدنہ الشریف علی اوجہ لم یظہر قبلہ ولا بعدہ یعنی اس بات کو ذہن میں رکھو کہ حضور ﷺ پر کمال ایمان یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر یہ ایمان لائے کہ اس نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بدن شریف کو ایسا پیدا فرمایا جسکی مثل نہ کوئی آپ سے پہلے پیدا ہوا اور نہ آپ کے بعد پیدا ہوگا، اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ والرضوان دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۰ ر ص ۷۵ ر پر فرماتے ہیں ’’باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد

کہ او صلی اللہ علیہ وسلم با وجود نشاء عنصری از نور حق جل وعلا مخلوق گشتہ است کما قال علیہ الصلاۃ والسلام خلقت من نور اللہ و دیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است‘‘ یعنی جاننا چاہئے کہ خلق محمدی دوسرے افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ افراد عالم میں سے کسی بھی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش کوئی مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ آپ نشاء عنصری کے باوجود حق جل وعلا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے خود فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور دوسرے کسی کو بھی یہ دولت میسر نہیں ہوئی ہے (ملخصا حاشیہ مکتوبات امام ربانی حصہ ہفتم دفتر دوم ص ۶۹، ۷۰) یہ میں نے اختصاراً بشریت کے تعلق سے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے آپ اصل جواب اندرون صفحات پر ملاحظہ کیجئے یقیناً آپ کی طبعیت جھوم اٹھے گی اور زبان سے بے ساختہ یہ دعائیہ جملہ نکلے گا۔

اللہ کرے اور زور قلم زیادہ

علمائے دیوبند کا تیسرا سوال علم غیب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے تعلق سے ہے

ڈاکٹر صاحب نے ثبوت علم غیب پر بے شمار آیات واحادیث کا ذکر فرمایا ہے مسئلہ مبحوث عنہ کو بالکل واضح فرما دیا ہے۔ یہ بھی ایک عجیب معمہ ہے کہ ایک طرف دعویٰ اسلام ہے دوسری طرف نبوت نبی سے انکار بھی کیونکہ علم غیب نبی سے انکار پس پردہ نبوت سے انکار ہے اس لئے کہ نبی کا معنی ہے غیب کی خبر دینے والا ملاحظہ ہو مصباح اللغات ص ۸۴۷ مطبوعہ مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی۔

انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والتسلیمات کو تو اللہ رب العزت نے علوم غیبیہ عطا فرمایا ہی ہے بلکہ ان کے طفیل اولیاء اللہ کو مغیبات کا علم حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے: اذا جالستم اہل الصدق فاجلسوھم بالصدق فانہم جواسیس

القلوب يدخلون فى قلوبكم و ينظرون الى هممكم یعنی جب اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو صاف دل سے بیٹھو کیونکہ اہل اللہ دلوں کے جاسوس ہیں جو تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھتے ہیں (رشحات ص ۶۷۰ بحوالہ مکتوبات حصہ دوم ص ۳۱۱) اور حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ طبقات کبری میں فرماتے ہیں ''اطلعه على غيبه لاتنبت شجرة و لا تخضرورقة الابنظره" کہ مولی تعالی اسے اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اگتا کوئی پتا نہیں ہریاتا مگر اس کی نظر کے سامنے۔ حافظ الحدیث اپنی کتاب مستطاب ابریز میں فرماتے ہیں ''ماالسموت السبع والارضون السبع الاكحلقة ملقاة فى فلاة من الارض "۔مومن کامل کی نظر میں ساتوں زمین وآسمان ایسے ہیں جیسے کہ کسی لق ودق میدان میں چھلا پڑا ہو'' اگر عقل وخرد میں عداوت وبغض کی پٹی نہیں پڑی ہے تو ضرور ان شواہدات کی روشنی میں علم غیب مصطفی پر صاحب ایمان امام اہل سنت کا یہ شعر گنگناتا ہوا نظر آئے گا۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا - جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

دیوبندی وکیل اور ان کے ہم نوا کا چوتھا سوال آنحضور علیہ الصلاۃ والسلام کے حاضر وناظر کے تعلق سے ہے علامہ لطفی صاحب نے اس کا بھی فاضلانہ ومفکرانہ انداز میں جواب تحریر فرمایا ہے جواب دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔علمائے اہل حق نے مسئلہ محوث عنہ کے ثبوت پر دلائل و براہین کے انبار لگا دئے ہیں لیکن آج تک فرقہ ضالہ کو قبول حق کی توفیق نہ ہوئی جبکہ اسلاف کرام نے صاف صاف کتابوں میں حاضر وناظر کے مسئلہ کو رقم فرمایا ہے چنانچہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الباری مجمع البرکات میں فرماتے ہیں

'' وے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم براحوال امت مطلع است وبر مقربان وخاصان درگاہ خود ممد ومفیض وحاضر وناظر است'' یعنی حضور ﷺ امت کے احوال پر مطلع اور اپنے مقربان وخاصان درگاہ کے مددگار اور فیض بخش اور حاضر وناظر ہیں اور سلوک اقرب السبل میں فرماتے ہیں:

'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم و باقی است وبراعمال امت حاضر وناظر'' یعنی آنحضرت ﷺ حقیقی حیات کے ساتھ بغیر شائبہ مجاز وتوہم تاویل کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں۔

(تحقیقات اول ص ۱۲۶)

الحاصل زیر نظر کتاب نہایت گرانقدر اور باوزن ہے۔میں نے پوری کتاب کا بالاستعاب مطالعہ کیا بغور پڑھا دلائل دعوے کے مطابق پایا۔حاصل کلام پیش نظر تالیف بلا شبہ متلاشیان حق کے لئے مشعل راہ اور راہ نمائے منزل ثابت ہوگی اگر رحمت باری اور توفیق الہی شامل حال ہوئی تو طالبین حق کو قبول حق میں کوئی دریغ نہ ہوگا ہاں متعصب وضدی نفس کے بندے اس سے مستثنی ہیں بلا مبالغہ غیر متعصب کے لئے یہ کتاب مفید ونفع بخش ثابت ہوگی رب کریم سے دعاء ہے کہ اسے قبول اور شہرت انام عطا فرمائے'' ایں دعاء از من وجملہ مسلمانان'' آمین بجاہ سید المرسلین علیه الصلاة والتسليم۔

فقط العبد الضعیف محمد محبوب رضا نوری

دار الافتاء منظر اسلام، بریلی شریف

۲۶ر جمادی الاخری ۱۴۲۸ھ

کتاب کا پس منظر

برادران اسلام! اصل مقصد بیان کرنے سے قبل گذشتہ حالات کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ جب تک حقیقت آشکارا نہ ہوگی اس وقت تک صحیح فیصلہ آپ حضرات کیلئے دشوار ہوگا لہٰذا پہلے کتاب کا پس منظر پڑھیے کہ آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے ۱۰ اپریل ۱۹۹۸ء کو مادھے پور گاؤں میں عید میلاد النبی ﷺ کا پروگرام ہوا تھا۔ جس میں راقم الحروف نے عید میلاد مصطفیٰ اور علم غیب کے موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالی تھی۔ تقریر کے اختتام پر احقر نے کہا تھا کہ ''کفار و مشرکین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو دیکھ کر ایمان لایا کرتے تھے، لیکن آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے روزہ نماز کی تبلیغ کرنے والے دیوبندی وہابی، تبلیغی لوگ نبی کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ اُس پر احقر نے کہا تھا کہ اگر علمائے دیوبند کے باطل عقائد کو عوام الناس پر ظاہر کیا جائے تو انہیں کے عقیدت مند جوان کے دام تزویر میں پھنسے ہیں اور انہیں فرشتہ صفت تصور کرتے ہیں وہی لوگ ان کے منہ پر جوتے اور طمانچے رسید کرتے نظر آئیں گے خط کشیدہ الفاظ کے سنتے ہی فدایان دیوبند و شیدائیان سہارنپور کے پیٹ میں درد شروع ہوگیا۔ اہل سنت کے خلاف شور و غوغا شروع ہوگیا۔ نازیبا کلمات سے برادران اہل سنت کو یاد کیا جانے لگا۔ اور راقم الحروف کو ناشائستہ حرکات کی دھمکی دی جانے لگی۔ برادران اہل سنت نے اپنی حمیت اور حقانیت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ بلفظ دیگر اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔ جس سے غلط پروپگنڈہ کرنے والے اور واہی تباہی بکنے والے لوگوں کا نشہ ہرن ہو گیا۔ گاؤں کے کچھ نام نہاد مولویوں نے جب معاملہ رفع دفع ہوتا ہوا دیکھا تو برادری میں

اپنی ناک اونچی کرنے کی خاطر آپسی رائے مشورے سے جوابی جلسے کا اعلان کر دیا۔ وہ جوابی جلسہ نہیں بلکہ دل کی بھڑاس نکالنے کا ایک ذریعہ تھا۔ راقم الحروف نے اپنی دوراندیشی اور دانشمندی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے برادران اہل سنت کی اہم شخصیتوں کے ساتھ ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ کر ان کی واہی تباہی کو نوٹ کرنا شروع کر دیا اور کچھ نوجوانوں کو ٹیپ ریکارڈ لے کر ان کی لاف زنی کو ریکارڈ کرنے کیلئے ان کی محفل میں بھیج دیا۔ جب ان نام نہاد مولویوں کو اس کارروائی کا علم ہوا تو وہ لوگ غصے میں آپے سے باہر ہوگئے۔ اس کی پوری تفصیل راقم الحروف نے ''پیش گفتار'' کے عنوان سے کتاب ''عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف'' میں شامل کر دی ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ نام نہاد مولویوں نے اپنے جلسے میں ہمیں (برادران اہل سنت کو) مناظرہ کا چیلنج پیش کیا، احقر نے موقع غنیمت سمجھا آناً فاناً ۱۸ اپریل ۱۹۹۸ء کو ایک جلسہ عام کا پروگرام طے کیا۔ قرب و جوار کے علماء کرام کی خدمت میں دعوت نامہ پیش کیا۔ حق کی سربلندی کیلئے سبھی حضرات احقر کی آواز پر تشریف لائے۔ سب نے عقائد باطلہ کی تردید میں تقریریں کیں، اور مذہب اہل سنت کو قرآن واحادیث سے ثابت کیا۔ ساتھ ہی ساتھ مخالفین کا چیلنج مناظرہ قبول کیا، جلسے کے اختتام پر احقر نے دونوں مکتب فکر کے لوگوں کو یہ پیغام دیا تھا کہ جس صورت میں بھی ہو مناظرہ ہونا چاہئے تاکہ روز روز کی چپقلش ختم ہو جائے دونوں جماعت کے لوگوں نے زندہ دلی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے مناظرہ کی تاریخ اور شرائط طے کرنے کیلئے مختلف نشستیں کیں۔

پہلی نشست

(نشست میٹنگ بتاریخ ۳؍مئی ۱۹۹۸ء) ہم ساکنان مادھے پور، جس میں دونوں فریق (مسلک دیوبند کے ماننے والے اور مسلک بریلوی کے ماننے والے) ہیں اور آئے دن کچھ مسائل میں اختلافات ہوتے رہتے ہیں۔ان باتوں کو صاف ستھرا کرنے کیلئے ہم سبھی لوگ دونوں فریق کے علماء کرام سے سوال وجواب کرا کر حق وباطل کوواضح کرنا چاہتے ہیں۔اسلئے بنام مناظرہ ایک جلسہ کا انعقاد کرنے جا رہے ہیں۔

(۱) جگہ کی تعیین۔پرانی عیدگاہ مادھے پور میں ہوئی۔

(۲) مناظرہ میں بھیڑ بھاڑ اور ہنگامہ وغیرہ کو قابو میں رکھنے کیلئے قانون کا سہارا لینے کی کوشش کی جائے گی۔اور اگر اتفاقیہ سہارا نہ ملا تو ہم دونوں فریق کے لوگ اس کام کی انجام دہی کریں گے۔

(۳) اخراجات مناظرہ میں آدھا آدھا کے ذمہ دار دونوں فریق ہوں گے۔

(۴) مناظرہ کا موضوع متعین کرنے کیلئے ۱۷؍مئی ۱۹۹۸ء بروز اتوار بوقت ۲؍بجے دن۔مادھے پور اسکول میں بیٹھک ہوگی۔

عبدالمنان مکھیا مادھے پور

۹۸-۵-۳

دستخط کنندگان:- محمد غلام حیدر، خواجہ محمد مسلم، محمد اسلم، عبدالسبحان، محمد عثمان، محمد غیاث الدین، عبداللطیف، محمد شفیق الحق، عبدالحمید صدیقی، محمد حبیب الرحمن، محمد سیر الدین اشرفی، محمد فرمان، حبیب الرحمن، مقصود حسن، محمد قدوس، خورشید عالم۔

دوسری نشست

آج بتاریخ ۵؍جون بروز جمعہ شام ۴ بجے موضوع سے متعلق مکمل گفتگو نہ ہونے کی وجہ سے دیوبندیوں کی طرف سے ۲۶ جون بروز جمعہ بوقت ۳ بجے دن موضوع پیش کرنے پر اتفاق رائے سے مذکورہ تاریخ طے پائی ہے۔

(۲) مناظرہ کی تاریخ اسی دن متعین کی جائیگی۔

(۳) ۱۰؍شرائط مناظرہ طے پا چکے ہیں جسکی ایک ایک کاپی دونوں فریق کو پیش کردی جائیگی۔

عبدالمنان

۹۸/۶/۵

کارپرداز مکھیا مادھے پور

(۱) محمد اعجاز اصغر نوری (۲) شریف احمد (۳) محمد شاکر احمد (۴) محمد مقصود حسین (۵) محمد نواب عالم (۶) حبیب الرحمن (۷) محمد فرمان (۸) نیاز احمد

تیسری نشست

بسلسلۂ مناظرہ ۲۶؍جون کی تاریخ جو طے ہوئی تھی۔اس مجوزہ تاریخ میں جناب مکھیا عبدالمنان صاحب کی عدم موجودگی باعث التوا رہی جناب موصوف نے باتفاق رائے ۱۷؍جولائی ۱۹۹۸ء منگل مناظرہ کی تاریخ طے فرمائی۔

عبدالمنان

۹۸/۶/۲۲

کارپرداز مکھیا مادھے پور

(۱) محمد سیر الدین (۲) فضل الرحمن مظاہری (۳) سہراب عالم (۴) محمد فرمان (۵) محمد حبیب الرحمن (۶) محمد اسلم (۷) حسیب الرحمن (۸) محمد دیوان غالب (۹) محمد نواب عالم نوری (۱۰) محمد امام اختر۔

شرائط مناظرہ

(۱) دونوں جماعت کا ایک ایک مناظر ہوگا جو اپنی اپنی جماعت کا وکیل ہوگا اسکی بات اس جماعت کی بات سمجھی جائے گی۔

(۲) ہر مناظر کو باری باری پندرہ پندرہ منٹ کا وقت دیا جائے گا اگر کوئی مناظر وقت مقررہ سے زائد وقت لے لے تو دوسرے مناظر کیلئے اتنا وقت محفوظ رکھا جائیگا۔

(۳) قرآن وحدیث اور مسلم بزرگوں کی کتابیں اپنے معروف شرائط وتفصیل کے ساتھ دونوں فریق کیلئے حجت ہوگی۔

(۴) موضوع سے گریز، یا خلط مبحث کو مناظرہ سے فرار اور شکست سمجھا جائیگا۔

(۵) ہر مناظر کو یہ حق ہوگا کہ مخالف مناظر کی تقریر کے جس حصے کو چاہے قلمبند کرا کر دستخط لے لے۔

(۶) ہر فریق کا ایک ایک صدر مناظر ہوگا۔ جو اپنے مناظر سے مناظرہ کے ضابطوں کی پابندی کراتا رہے گا۔ بصورت دیگر دوسرا صدر اسے توجہ دلائے گا۔

(۷) ہر فریق کے بااثر اور معتمد افراد پر مشتمل مناظرہ کمیٹی ہوگی جو ملکی حالات کے پیش نظر حکومت سے پرمیشن حاصل کرے گی اور امن وامان بحال رکھا جائے گا۔

(۸) ہر فریق کا الگ الگ اسٹیج ہوگا۔

(۹) جس فریق کا مناظر مقررہ وقت پر مناظرہ گاہ میں موجود نہ رہے گا اسکی شکست تسلیم کی جائے گی۔

(۱۰) مناظرہ کے فیصل تین علماء ہونگے جن میں ایک دیوبندی ایک بریلوی اور ایک شافعی ہوں گے۔ فریقین کے ججوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں شافعی عالم کا فیصلہ تسلیم کر لیا جائے گا۔

نوٹ:- (شرائط مذکورہ پر ۲۶؍جون میں نظر ثانی کی جاسکتی ہے)

موضوع مناظرہ از: علمائے بریلوی

(۱) دیوبندی اکابرین اور انکے متبعین کا کفر واسلام

(تفصیل)

بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ دیوبندیوں کے اکابر مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی قاسم نانوتوی اور انکی جماعت کی تحریروں میں بہت سی باتیں عقائد اسلام کے خلاف ہیں اور ایسے عقیدے والے مسلمان نہیں------اسکا دفاع کرتے ہوئے دیوبندی مناظر یہ ثابت کرنے کی کوشش کریگا کہ وہ عقائد اسلام کے خلاف نہیں اور ایسے عقیدے والے مسلمان ہیں!

(۲) رسول اکرم ﷺ کیلئے جس طرح علم غیب حاصل ہے کیا اسی طرح علم غیب زید، بکر، مجنون اور ہر جانور کو حاصل ہے؟

(۳) کیا---؟ حضور ﷺ کے علم سے زیادہ شیطان لعین کو علم حاصل ہے؟

(۴) حضور ﷺ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی پیدا ہوجائے تو خاتمیت محمدی میں فرق آئے گا یا نہیں؟

(۵) جس طرح لوگ اپنے بڑے بھائی اور گاؤں کے مکھیا کی تعظیم کرتے ہیں اسی طرح رسول اللہ کی تعظیم کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۶) امکان کذب باری تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے؟ اس کا ثبوت قرآن وحدیث اور امام اعظم کے قول سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۷) مائک پر نماز پڑھنا نیز مقتدیوں کا مائک کی آواز پر نقل وحرکت کرنا قرآن وحدیث

اجماع امت اور امام اعظم ابوحنیفہ کے قول سے ثابت ہے یا نہیں؟ یا کسی حنفی کتاب سے اس کا ثبوت ہے؟

(۸) ریڈیو کی خبر چاند کی شہادت کیلئے اگر معتبر ہے تو اسکا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟

(۹) اجتماع کیلئے تاریخ کے تعین کا اعلان زبانی یا بذریعہ پوسٹر کرنا، لوگوں کو پکڑ پکڑ کر اجتماع گاہ لے جانا، وہاں کھانے پینے کے اسباب فراہم کرنا اور کروانا، بیع وشراء کی دوکانیں لگوانا، اور اجتماع گاہ ہی میں جاہل وعالم پر مشتمل جماعت کی تشکیل دیکر رجسٹر میں نام درج کرتے ہوئے بعد اجتماع ملک کے اطراف میں ان جماعتوں کا پھیل جانا گاؤں گاؤں گھوم کر مسلمانوں کو کلمہ پڑھانا اور رات گذارنے کیلئے مسجدوں میں ٹھہرنا، یہ سارے امور دلائل اربعہ سے ثابت ہیں یا نہیں؟

موضوع مناظرہ از: علمائے دیوبند

(۱) مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے ہمعقیدہ لوگ اہل سنت والجماعت مسلمان میں سے ہیں یا نہیں؟

(۲) حضور محمد ﷺ جنس بشر میں سے ہیں یا نہیں۔ اور نور کے مادے سے آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے؟

(۳) حضور اکرم ﷺ کی طرف قرآن وحدیث میں علم غیب کی نسبت کی گئی ہے یا نہیں کی گئی ہے؟

(۴) حضور اکرم ﷺ کا ہر جگہ حاضر وموجود ہونا جسمانی طور پر ثابت ہے یا نہیں ہے؟ **یا** حضور اکرم ﷺ کی **روح مبارک کا ہر وقت** ہر جگہ حاضر وموجود ہونا ثابت ہے یا نہیں ہے؟

(۵) کسی بھی مجلس کے **ختم کے وقت رواجی قیام** وسلام کا طریقہ قرآن وحدیث اجماع امت اور امام اعظم ابوحنیفہ **رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ثابت ہے یا نہیں ہے؟**

(۶) اذان علی القبر اور **قبر میں شجرہ رکھنے کا ثبوت قرآن** وحدیث اجماع امت اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے **یا نہیں؟**

(۷) عرس کا لگانا مزارات پر عورتوں **کا جانا، چادر چڑھانا، بکرا** مرغا چڑھانا، شیرینی مٹھائی چڑھانا اور قبر پر سجدہ کرنا دلائل اربعہ سے ثابت **ہے یا نہیں؟**

نوٹ :- فریق اول کے موضوع مناظرہ نمبر (۷) تک جملہ عوام کے سامنے قبول کر لیا گیا اور فریق ثانی کے موضوع دینے کی تاریخ ۶؍جولائی بروز اتوار تک طے پائی ہے۔ وہ مذکورہ تاریخ تک جمع کر دیں۔

مناظرہ کی تاریخ ۱۵؍فروری ۱۹۹۹ء طے پائی۔

دستخط:- محمد اعجاز اصغر نوری — منظور غفرلہ

17-07-98 — ۹۸-۷-۱۷

مناظرہ سے متعلق اصل کاغذات کی فوٹو کاپیاں ملاحظہ فرمائیں:۔

نشست شنک

بتاریخ ۱۰ مئی ۱۹۹۸ء

ہم ساکنان مادھاپور۔ جسمیں دونوں فریق (مسلک دیوبند کا ماننے والے اور مسلک بریلوی کو ماننے والے) ہیں۔ اور تشدد یہ کہ مسائل میں اختلاف ہوا کرتا رہتا ہیں۔ ان باتوں کو ختم کرنے کیلئے ہم سبھی لوگ دونوں فریق کے علماء کرام سے سوال وجواب کراکر حق و باطل کو واضح کرانا چاہتے ہیں۔ اسلئے بنام مناظرہ ایک جلسہ انعقاد کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) جگہ کی تعین - میرانا ہٹیہ تا مادھاپور - میں ہوگا۔

(۲) - مناظرہ کرنے میں [illegible] کیلئے تمام گاؤں کا سہارا لینے کیلئے کوشش کیا جاتا ہے۔ اور اگر اتفاقیہ [illegible] نہ ملا تو ہم دونوں فریق کے لوگ اسکا کام کی انجام دہی کرینگے۔

(۳) اخراجات بعد مناظرہ میں آدھا آدھا کا ذمہ دار دونوں فریق ہونگے۔

(۴) مناظرہ کا موضوع متعین کرنے کیلئے ~~[illegible]~~ بوقت ۲ بجے دن [illegible] میں میٹنگ ہوگی۔

موضوع مناظرہ متعین کی جگہ ۱۷ تاریخ کی [illegible] مسترد ہوکر ۵ جون ۱۹۹۸ء بروز جمعہ متعین ہوا۔

محمد فرمان — حبیب الرحمن — 3/5/98 — محمد غلام حیدر — خواجہ محمد — Md. Aslan — محمد عثمان — Md. Quddus — 10/5/98 — عبدالحمید

آج بتاریخ ۵ جون بروز جمعہ شام ۴ بجے موضوع سے متعلق مکمل گفتگو نہ ہونے کی وجہ سے دیوبندیوں کی طرف سے ۲۶ جون بروز جمعہ بوقت ۳ بجے دن موضوع پیش کرنے پر اتفاق رائے سے مذکورہ تاریخ طے پائی ہے۔

(۲) مناظرہ کی تاریخ اسی دن متعین کی جائیگی۔

(۳) ۱۰ شرائط مناظرہ طے پاچکا ہے جسکی ایک ایک کاپی دونوں فریق کو پیش کردی جائیگی۔

5/6/98

(۱) محمد امتیاز الحق
(۲) [illegible]
(۳) [illegible] احمد
(۴) [illegible]
(۵) محمد اسلم
(۶) حبیب الرحمن
(۷) محمد فرمان
(۸) فیاض احمد

سلسلہ مناظرہ ۲۶ جون کو تاریخ جو طے ہوئی تھی۔ اس مجوزہ تاریخ میں [illegible] کی علالت کی وجہ سے [illegible] باتفاق رائے ۱۷ جولائی ۱۹۹۸ء [illegible] مناظرہ کی تاریخ طے فرمائی۔

محمد دیوان خان — محمد نواب عالم — محمد فرمان — 22/6/98 — حبیب الرحمن

۲۸۶
۰۹۲

بریلوی و دیوبندی مناظرہ ۔

شرائط

① دونوں جماعت کا ایک ایک مناظر ہوگا جو اپنی اپنی جماعت کا وکیل ہوگا اسکی بات اس جماعت کی بات سمجھی جائیگی ۔

② ہر مناظر کو باری باری پندرہ پندرہ منٹ کا وقت دیا جائیگا اگر کوئی مناظر وقت مقررہ سے زائد وقت لے تو دوسرے مناظر کیلئے اتنا وقت مخصوص کیا جائیگا ۔

③ قرآن و حدیث اور مسلم بزرگوں کی کتابیں اپنے مروف شرائط و تفصیل کے ساتھ دونوں فریق کے لئے حجت ہونگی ۔

④ موضوع سے گریز ۔ یا خلط بحث مناظرہ سے فرار اور شکست سمجھا جائیگا ۔

⑤ ہر مناظر کو یہ حق ہوگا کہ مخالف مناظر کی تحریر جس صفحے کو چاہے اسکی فوٹو اسٹیٹ لے لے ۔

⑥ ہر فریق کا ایک ایک صدر مناظر ہوگا ۔ جو اپنے مناظر سے مناظرہ کے مطالبوں کی پابندی کرانا رہیگا ۔ بصورت دیگر دوسرا صدر اسے توجہ دلائیگا ۔

⑦ ہر فریق کے بااثر اور معتمد افراد پر مشتمل مناظرہ کمیٹی ہوگی جو ملکی حالات کے پیش نظر مکمل پرمیشن حاصل کریگی اور امن و امان بحال رکھا جائیگا ۔

⑧ ہر فریق کا الگ الگ اسٹیج ہوگا ۔

⑨ جس فریق کا مناظر مقررہ وقت پر مناظرہ گاہ میں موجود نہ رہیگا فورًا کی شکست تسلیم کیا جائیگا ۔

⑩ مناظرہ کا فیصلہ تین علماء حضرات جسمیں ایک دیوبندی ایک بریلوی اور ایک شافعی ہونگے ۔ فریقین کا مجموعہ سے درمیان اختلاف کی صورت میں شافعی حاکم کا فیصلہ تسلیم کر لیا جائیگا ۔

(نوٹ : شرائط مذکورہ پر ۲۶ رجون میں نظر ثانی کی جا سکتی ہے ۔)

۲۸۶

موضوع مناظرہ

نمبر ۱ : ۔ دیوبندی اکابرین اور انکے متبعین کا کفر و اسلام ۔

~~دیوبندی عقائد رکھنے والوں کا کفر و اسلام~~

تفصیل) بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ دیوبندیوں کے اکابر مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی ، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ، مولوی قاسم نانوتوی اور انکی جماعتی تحریروں میں بہت سے عقائد اسلام کے خلاف ہیں اور ایسے عقیدے والے مسلمان نہیں ...... اسکا دفاع کرتے ہوئے دیوبندی مناظر یہ ثابت کرنے کی کوشش کریگا کہ وہ عقائد اسلام کے خلاف نہیں اور ایسے عقیدے والے مسلمان ہیں !

۲ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس طرح علم غیب حاصل ہے کیا اسی طرح علم غیب زید ، بکر ، مجنون ، اور ہر جانور کو حاصل ہے ؟

۳ کیا ..... ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ شیطان لعین کو علم حاصل ہے ؟

۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں فرق آئیگا یا نہیں ؟

۵ جس طرح لوگ اپنے بڑے بھائی اور گاؤں کے مکھیا کی تعظیم کرتے ہیں اسی طرح رسول اللہ کی تعظیم کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے ؟ یا نہیں ۔

۶ امکان کذب باری تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے ؟ اسکا ثبوت قرآن و حدیث اور امام اعظم کے قول سے ثابت ہے یا نہیں ؟

۷ مائک پر نماز پڑھنا اور پڑھانا نیز مقتدیوں کا مائک کی آواز پر نقل و حرکت کرنا قرآن و حدیث اجماع امت اور امام اعظم ابو حنیفہ کے قول سے ثابت ہے یا نہیں ؟ یا کسی حنفی کی کتاب سے اسکا ثبوت ہے ؟

۸ ریڈیو کی خبر چاند کی شہادت کے لئے اگر معتبر ہے تو اسکا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے یا نہیں ؟

۹ ۔ اجتماع کے لئے تاریخ کے تعین کا اعلان زبانی یا بذریعہ پوسٹر کرنا ، لوگوں کو پکڑ پکڑ کر اجتماع گاہ لے جانا ، وہاں کھانے پینے کے اسباب فراہم کرنا اور کروانا ، بیع و شراء کی دوکانیں لگوانا ، اور اجتماع گاہ ہی میں جاہل و عالم پر مشتمل جماعت کی تشکیل دیکر رجسٹر میں نام درج کرتے ہوئے بعد اجتماع ملک کے اطراف میں ان جماعتوں کا پھیل جانا ، گاؤں گاؤں گھوم کر مسلمانوں کو کلمہ پڑھوانا اور رات گذارنے کے لئے مسجدوں میں ٹھہرنا ، یہ سارے امور دلائل اربعہ سے ثابت ہے یا نہیں ۔۔۔؟

حرّره

موضوع مناظرہ :-

نمبر۱ - مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے ہم عقیدہ لوگ اہل سنت والجماعت مسلمانوں میں سے ہیں یا نہیں ہیں؟

نمبر۲ - حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنس بشر میں سے ہیں یا نہیں۔ اور نور کے مادے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے؟

نمبر۳ - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن و حدیث میں علم غیب کی نسبت کی گئی ہے یا نہیں کی گئی ہے؟

نمبر۴ - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و موجود ہونا جسمانی طور پر ثابت ہے یا نہیں ہے؟

یا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا ہر وقت ہر جگہ حاضر و موجود ہونا ثابت ہے یا نہیں ہے؟

نمبر۵ - کسی بھی مجلس کے ختم کے وقت مروجہ قیام و سلام کا طریقہ قرآن و حدیث اجماع امت اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قول سے ثابت ہے یا نہیں ہے؟

نمبر۶ - اذان علی القبر اور قبروں میں شجرہ رکھنے کا ثبوت قرآن و حدیث اجماع امت اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے ہے یا نہیں؟

نمبر۷ - عرس کا لگانا۔ مزارات پر عورتوں کا جانا، چادر چڑھانا۔ بکرا مرغا چڑھانا، مٹھائی شیرینی چڑھانا اور قبر پر سجدہ کرنا دلائل اربعہ سے ثابت ہے یا نہیں ہے؟

(نوٹ) فریق اول کے موضوع مناظرہ ۱ تا ۷ تک جملہ عوام کے سامنے قبول کر لیا۔ اور فریق ثانی کے موضوع دینے کی تاریخ ۲۴ جولائی بروز جمعہ [illegible] طے ہوئی ہے [illegible] لکھ کر دیں۔

انوار [illegible] 14/7/98 17/7/98

مناظرہ کی تاریخ ۱۵ فروری ۱۹۹۹ء طے پایا۔

ان تمام کارگزاریوں نیز شرائط مناظرہ و موضوع مناظرہ طے ہونے کے بعد اپنے پرکھوں کی روش کے مطابق علمائے دیوبند نے راہ فرار اختیار کرنے کیلئے حیلہ جوئی شروع کی۔ سوئے اتفاق کہئے کہ انہیں ایام میں ایک نام نہاد بی، جے، پی، نیتا جناب مختار سنگھ کا ماڈر ہوگیا۔ جس کی وجہ سے گاؤں میں کافی انتشار رہا یہ انتشار اور افراتفری دیوبندیوں کیلئے راہ نجات ثابت ہوئی اس کے علاوہ ایک اور بہانہ ان لوگوں نے تلاش کیا کہ اسی اثناء میں مادھے پور میں پیدا شدہ حالات کی روداد پیش کرتے ہوئے راقم الحروف نے ایک کتاب بنام ''عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف'' ترتیب دی جو منظر عام پر آ گئی۔ ''انکشاف'' کے دیکھتے ہی علمائے دیوبند پر مردنی چھا گئی اور ہیبت طاری ہوگئی۔ بالآخر وہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب عوام نے باز پرس کی تو علمائے دیوبند نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا کہ وقت سے قبل ہمارے خلاف کتاب کیوں تحریر کی؟ اب پہلے ہم لوگ کتاب کا جواب دیں گے۔ پھر مناظرہ کریں گے۔ ڈیڑھ سال کا طویل عرصہ گزر گیا نہ کوئی جواب لکھا اور نہ ہی مناظرہ کیا۔ جب علمائے دیوبند نے راہ فرار اختیار کر ہی لیا اور کسی قسم کی کوئی بات چیت کسی نے بھی نہیں کی حالانکہ اس طویل عرصے میں عوام الناس نے علمائے دیوبند کو بار بار توجہ دلائی اس کے باوجود سرد مہری رہی کسی قسم کی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تو علمائے بریلی بالخصوص راقم نے اصلاح عقائد کانفرنس منعقد کرنے کا عزم مصمم کیا۔

اس سلسلے میں احقر نے سن ۲۰۰۰ء کی عید الفطر کے دن اپنی عیدگاہ میں برادران اہل سنت کو کانفرنس کی اہمیت کا احساس دلایا اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت کا برملا اظہار کیا۔ عوام و خواص سب نے زندہ دلی کا ثبوت پیش کیا۔ اسی دن شام کو جناب کھیا عبد المنان صاحب کے دروازے پر ایک میٹنگ منعقد ہوئی۔ باتفاق رائے اصلاح عقائد کیلئے جلسے کی

تاریخ ۲۳؍مارچ ۲۰۰۰ء طے پائی۔ میٹنگ کے بعد احقر نے قرب وجوار کے علماء کرام سے رابطہ قائم کیا۔ سب نے حوصلہ افزائی کی تعطیل کلاں کی چھٹیاں ختم ہو رہی تھیں۔ اس لئے راقم الحروف نے گاؤں کے علماء کرام کو اپنے غریب خانے پر بلا کر کچھ مشورہ کیا اور دعوت نامہ تیار کرا کر اپنے متعلقین کو بھیجنے کا مشورہ دیا۔ اور اخراجات کا بار بھی ہر ایک کو اپنے ذمے لینے کا مشورہ پیش کیا۔ حاضرین میں سے سب نے اس ذمہ داری کو قبول کیا۔

دعوت نامہ

گرامی قدر
سلام مسنون

خدمت اقدس میں گزارش ہے کہ آج سے تقریباً دو سال قبل مادھے پور ضلع کٹیہار بہار میں علمائے دیوبند نے ایک جوابی جلسے میں علمائے بریلی کو مناظرہ کا چیلنج پیش کیا تھا۔ علمائے بریلی نے مذہب حق کی اشاعت کیلئے دوسرے اجلاس میں چیلنج قبول کیا تھا۔ اور دونوں مکتب فکر کے لوگوں کو یہ پیغام دیا تھا کہ جس صورت میں بھی ہو مناظرہ ہونا چاہئے تاکہ روز روز کی چپقلش ختم ہو جائے دونوں جماعت کے لوگوں نے زندہ دلی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے دونوں مکتب فکر کے علماء کی موجودگی میں مناظرہ کی تاریخ اور شرائط طے کرنے کیلئے مختلف نشستیں کیں سب کچھ طے ہونے کے بعد اپنے پرکھوں کی روش کے مطابق علمائے دیوبند نے راہ فرار اختیار کرنے کیلئے حیلہ جوئی شروع کی اسی اثناء میں مادھے پور میں پیدہ شدہ حالات کی روداد پیش کرتے ہوئے راقم الحروف نے ایک کتاب بنام ''**عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف**'' ترتیب دی جو منظر عام پر آ گئی

''**انکشاف**'' کے دیکھتے ہی علمائے دیوبند پر مردنی چھا گئی اور ہیبت طاری ہو گئی بالآخر وہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے جب عوام نے باز پرس کی تو علمائے دیوبند نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا کہ وقت سے قبل ہمارے خلاف کتاب کیوں تحریر کی؟ اب پہلے ہم لوگ کتاب کا جواب دیں گے پھر مناظرہ کریں گے ڈیڑھ سال کا طویل عرصہ گزر گیا ہنوز نہ کوئی جواب لکھا اور نہ ہی مناظرہ کیا۔ عوام میں دیوبندی و بریلوی اختلاف کی چپقلش یونہی باقی رہی دیوبندی و بریلوی عقائد کی اضطرابی کیفیت یعنی کش مکش کے پیش نظر علمائے بریلی نے ''**اصلاح عقائد کانفرنس**'' مورخہ ۲۳؍مارچ ۲۰۰۰ء بروز جمعرات کو منعقد کرنے کا عزم مصمم کیا ہے آپ کو دعوت دی جا رہی ہے دینی وملی بیداری کا ثبوت پیش کرتے ہوئے مسلک و مذہب کی اشاعت اور ایمان وعقیدے کی پختگی کیلئے آپ کی شرکت ناگزیر ہے۔ برائے کرم منظوری نامہ عنایت فرمائیں تاکہ پوسٹر میں نام شائع کیا جا سکے خدا کرے آپ خیریت سے رہیں فقط والسلام۔

خیر اندیش

محمد اعجاز انجم لطیفی

۱۲-۱-۲۰۰۰ء

یہ تمام مراحل طے کرانے کے بعد راقم الحروف ۱۳؍جنوری ۲۰۰۰ء کو بریلی شریف آ گیا۔ مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں تعلیمی سال کا آغاز ہو گیا تھا اسلئے داخلہ اور دیگر امور کی انجام دہی کی وجہ سے احقر کی مصروفیت بڑھ گئی مگر اس کے باوجود راقم الحروف نے کانفرنس کی تیاری مکمل طور سے جاری رکھی۔ مقررین سے رابطہ اپنے علاقائی علماء کرام سے رائے مشورہ وغیرہ بذریعہ ٹیلی فون وخط ہوتا رہا۔ رائے مشورہ اور تعاون پیش کرنے

میں جن حضرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں سرفہرست محبّ گرامی حضرت علامہ مو
مفتی اعجاز اصغر نوری وائس پرنسپل مدرسہ شمسیہ سیبی پور کٹیہار اور خطیب شہیر محترم و مکرم حضر
علامہ مولانا محمد امام اختر نوری صدر المدرسین الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملک پور ہاٹ کٹیہ
مخلص و کرم فرما عالم نبیل فاضل جلیل حضرت مولانا محمد غلام حسنین مصباحی صدر المدرس
مدرسہ عربیہ فیض الرسول اوسیا غازی پور۔ اور پیکر اخلاق عالم ذی وقار گرامی قدر عزیز
مولانا شکیل احمد منظری صدر المدرسین دار العلوم رضائے حبیب محلّہ قانون گو قصبہ زمان
غازی پور ہیں۔ ان کے علاوہ عزیز القدر مولانا راحت حسین مصباحی مولانا محمد شعیب ر
منظری وغیرہم نے بھی رابطہ رکھا اور حسب حیثیت تعاون بھی پیش کیا۔ انہیں حضرات کے
مشورے اور تعاون سے مجھے حوصلہ ملتا رہا۔

اعلیٰحضرت کا تعارف

ایک رات عالم تنہائی میں طبیعت بے چین تھی۔ درسی کتاب کے مطالعے
اکتاہٹ محسوس ہوئی۔ تفریح طبع کیلئے ٹیپ ریکارڈ اون کر دیا اور کیسیٹ سیٹ کر دی۔ کچھ
لمحے کے بعد جب آواز برآمد ہوئی تو احساس ہوا کہ یہ وہی کیسیٹ ہے جس میں دیوبندیو
کی لاف زنی ریکارڈ ہے A.B دونوں سائڈ کی ٹیپ شدہ پروگرام کو بہت غور سے سنا۔ نا
نہاد مولویوں کا سرغنہ مولوی منظور نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی شان رفیع میں بڑ
گستاخی اور بے ادبی کا ثبوت پیش کیا تھا۔ ان کی علمی اور عالمی شخصیت کو مجروح کرنے کی
ناکام کوشش کی تھی۔ میں نے سوچا کہ موقع غنیمت ہے کانفرنس میں کوئی تعمیری کام پیش کی
جائے۔ اصلاح عقائد کے سلسلے میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے بہت نمایاں اور ناقابل

فراموش کارنامہ انجام دیا ہے کیوں نہ انہیں کا تعارف کتابچہ کی شکل میں پیش کر دیا جائے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی میں نے پیش رفت شروع کر دی۔ چند صفحات اسی وقت تیار ہو گئے۔ پھر میرے ذہن میں آیا کہ نئی نسل کے موجودہ علماء دیوبند اعلیٰحضرت کی عبقریت اور ہمہ گیر شخصیت کے منکر ہیں کیوں نہ ان کے اکابر کے اقوال اور تحریری دستاویزات تعارف میں شامل کر دیئے جائیں۔ اسی ارادے کے پیش نظر صرف چند دنوں کی محنت سے ''اعلیٰحضرت کا تعارف'' منصۂ شہود پر آ گیا۔ ایک دیندار مخیّر قوم سے جب میں نے اس ارادے کا اظہار کیا تو انہوں نے حضور مفتی اعظم ہند کی غلامی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے گہری عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے کتابت و طباعت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی۔ اس طرح کی پذیرائی سے میرا حوصلہ مزید بڑھتا چلا گیا۔ اور کتاب منظر عام پر آ گئی۔

مقررین کی دعوت:- یوں تو میں نے علاقائی علماء کرام کی خدمت میں دعوت نامے بھیج دیئے تھے۔ اور ان سے شرکت کی اپیل کی تھی لیکن ان کے علاوہ جن جن سے میری ملاقات ہوتی تھی انہیں بھی دعوت نامہ پیش کر کے ان سے شرکت کا وعدہ لے لیا کرتا تھا۔ اتفاق ہی نہیں بلکہ حسن اتفاق کہئے کہ گرامی قدر عالی مرتبت حضرت مولانا سید محمد حسین افریقی صاحب قبلہ سے ملاقات ہو گئی۔ ان سے راقم الحروف نے شرکت کی درخواست کی۔ موصوف نے بلا کسی عذر کے شرکت کا وعدہ کیا اور مسرت و شادمانی کا اظہار بھی کیا۔ اسی طرح سے جب میں نے سیاح ایشیاء و افریقہ خطیب الہند حضرت مولانا توصیف رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے اظہار خیال کیا تو انہوں نے اپنی بے انتہا

مصروفیت کو بالائے طاق رکھ کر مجھے شرکت کی منظوری دیدی۔

اصلاح المسلمین کانفرنس :- کانفرنس کا نام اصلاح عقائد تھا اور اسی نام سے دعوت نامہ بھی جاری ہوا تھا۔لیکن اس نام سے علماء دیوبند کے پیٹ میں درد شروع ہوگیا تھا۔وہابیت اور دیوبندیت کے باطل عقائد پر علماء سو کو ضرب کاری کا احساس ہوگیا تھا۔اس لئے ان لوگوں نے برادران اہل سنت کے سیدھے سادھے بھولے بھالے افراد کو گاؤں کا ماحول پراگندہ ہونے اور فضا مکدر ہونے کی دھونس دی۔ ہمارے اراکین جلسہ ان کے فریب میں آگئے۔فون پر مجھے بتایا کہ اصلاح عقائد کے بجائے اصلاح المسلمین نام رکھا جائے۔اراکین جلسہ کی دلجوئی کی خاطر میں نے کانفرنس کا نام اصلاح المسلمین ہی رکھا۔اسی نام سے پوسٹر نہایت عمدہ دیدہ زیب منظر عام پر آیا۔ بذریعہ پوسٹ مختلف مقامات پر روانہ کردیا گیا۔کانفرنس کی تاریخ سے صرف ایک ہفتہ قبل راقم الحروف کتابوں اور پوسٹروں کا بنڈل لے کر گاؤں پہونچا۔دوسرے دن عیدالاضحیٰ کی نماز دوگانہ ادا کرنے کیلئے عیدگاہ حاضر ہوا۔عیدگاہ میں باقاعدہ کانفرنس کی تاریخ کا اعلان ہوا۔پوسٹر میں شائع شدہ مقررین کے اسمائے گرامی دیکھ کر سب نے مسرت کا اظہار کیا اور اراکین جلسہ نے پوری دلجمعی کے ساتھ کانفرنس کی تیاری شروع کردی۔صرف سات دن کی قلیل مدت میں ایک تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی۔ ناظرین وحاضرین نے برملا اظہار کیا کہ مادھے پور میں اچانک اتنا سارا انتظام کیسے ہوگیا؟ اسٹیج کافی اونچا اور دیدہ زیب تھا۔ پنڈال بہت وسیع وعریض تھا تین جزیٹر کا انتظام تھا۔بجلی کے قمقموں اور ٹیوب لائٹ اور بلب کی روشنی سے جلسہ گاہ بقعہ نور معلوم ہورہی تھی۔مائک کا سیٹ بہت عمدہ تھا بیس سے زائد ہارن اور ساؤنڈ

بکس لگے ہوئے تھے۔یہ سارا انتظام ۲۳/مارچ ۲۰۰۰ء بروز جمعرات کی شام تک پایۂ تکمیل کو پہونچ گیا تھا۔بعد نماز عشاء تقریباً ۹/بجے رات سے پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔قاری قرآن مداح خیر الانام جناب حافظ شمیم راحت شیخ التجوید الجامعۃ النظامیہ ملک پور نے اپنی مسحور کن آواز میں تلاوت کی حلاوت سے سامعین کو محظوظ کیا۔ان کے بعد نعت خوان رسول نے جادو جگانے والی آواز میں نعت کے اشعار پیش کئے۔نعت کے بعد ایک عالم دین نے افتتاحی تقریر کی۔پوسٹر کے مطابق اناؤنسری کی ذمہ داری عالم نبیل فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی اعجاز اصغر صاحب قبلہ کی تھی۔لیکن انہوں نے آئے ہوئے مہمان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے یہ فریضہ جناب ماسٹر شرف الہدیٰ صاحب کو تفویض کردیا۔موصوف نے بہت ہی شاندار طریقے سے یہ فریضہ انجام دیا۔مقررین و شعراء کی ایک طویل فہرست تھی۔پابندیٔ اوقات کے باوجود بہت سے مقررین اور شعراء اسٹیج کی زینت تو بنے رہے لیکن وہ مائک کی زینت نہیں بن سکے۔جس کا سب کو افسوس رہا۔مجمع اس قدر باذوق اور بیدار تھا کہ جلسہ گاہ میں بیٹھنے کے بعد پھر اٹھنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔فہرست کے مطابق سب سے پہلے عالم ذی وقار واعظ خوش گفتار حضرت مولانا فاروق عالم صاحب قبلہ نے نماز کی اہمیت اور اس کی فضیلت پر روشنی ڈالی۔انداز کلام اس قدر ناصحانہ تھا کہ بھرے مجمع میں تین آدمیوں نے بارگاہ خداوندی میں توبہ کی اور اسی دن سے باقاعدہ نماز پڑھنے کا وعدہ کیا۔ان کی تقریر کے بعد یکے بعد دیگرے مقررین نے اپنی اپنی خطابت کے فن کا مظاہرہ کیا اور سامعین سے بھرپور داد وتحسین حاصل کی۔شعراء کرام نے بھی اپنا اپنا کلام بلاغت نظام پیش کیا۔اور خراج تحسین حاصل کیا۔پورا اسٹیج علماء کرام سے بھرا ہوا تھا۔نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت کی صدا برابر گونجتی رہتی تھی۔مسلک اعلیٰحضرت زندہ باد

مجدد دین وملت پائندہ باد کے نعرے بھی لگ رہے تھے۔ میری معلومات کے مطابق حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قبلہ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف نے اصلاح معاشرہ کے عنوان پر تقریر کی مقرر شعلہ بار حضرت علامہ مولانا غلام آسی صاحب قبلہ ناظم اعلیٰ مدرسہ عربیہ تجوید القرآن ہوڑہ کلکتہ نے صراط مستقیم کو اپنا عنوان بنایا اور اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ نہایت کامیاب تقریر سے انہوں نے سب کا دل جیت لیا۔ مقرر شعلہ بیان حضرت علامہ مولانا امام اختر صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے اپنی تقریر میں کانفرنس کے اغراض ومقاصد کو تفصیل سے بیان کیا اور حالات کے پیش نظر تینوں کتابوں (عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف، اعلیٰحضرت کا تعارف، آئینۂ دیوبندیت) کا تعارف اور حالات پر بہترین تبصرہ کیا۔ ان کی تقریر سے سامعین نے کانفرنس کا مقصد (یعنی اتمام حجت) مکمل طور سے سمجھ لیا۔ اناؤنسر صاحب نے تھوڑا وقت راقم الحروف کو بھی دیا۔ میں نے اپنے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا ساتھ ہی ساتھ اپنے معاونین واراکین کا بھی۔ آخر میں حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے مذہب حق یعنی اہل سنت وجماعت کی حقانیت واضح کی اور اپنی بات کو اس جملہ پر ختم کیا ''جاء الحق وزہق الباطل'' حق آیا اور باطل مٹ گیا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

میں نے اپنے بیان میں کہا کہ تقریباً دو سال قبل نام نہاد مولویوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا تھا۔ جب تعاقب کیا گیا تو میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں نے مولوی منظور اور ان کے حواریوں کی تقریر کا حوالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کے اکابر اللہ اور اللہ کے رسول کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر ہوئے تھے۔ لیکن یہ لوگ تو اپنے قول

کی بنیاد پر کافر ہو چکے ہیں۔ میں نے ''کفریہ اقوال'' کی نشان دہی کر کے مزید مشورہ دیا کہ دیوبند اور سہارن پور کے دارالافتاء سے ''کفریہ اقوال'' سے متعلق استفتاء کرلیں جو حکم عائد ہو اس پر عمل کرلیں۔ آج تک انہیں حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق نہیں ہوئی پھر میرے بعد مقرر خصوصی حضرت علامہ مولانا سید محمد حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی ڈربن ساؤتھ افریقہ نے ایک بصیرت افروز تقریر پر تنویر سے سامعین کو محظوظ کیا۔ موصوف کی انگریزی اور اردو دونوں زبان کی سلاست اور روانی سے پڑھا لکھا طبقہ بہت ہی زیادہ متاثر ہوا۔ انہوں نے جب کہا کہ ''مادھے پور کے دیوبندی مولوی منظور عالم صاحب نے کہا ہے کہ میں اعلیٰحضرت کا سی۔ بی۔ آئی۔ ہوں جاسوسی کا کام گھر کی چہار دیواری کے باہر انجام دیا جاتا ہے۔ میں تو ان کے گھر میں گھس کر پوری خانہ تلاشی کر چکا ہوں'' سید صاحب قبلہ نے فرمایا کہ میں مسلسل دو سال ان کے مدرسے میں پڑھا ہوں اور ان کے ساتھ تبلیغی دورہ بھی کر چکا ہوں۔ مجھے تبلیغی جماعت والے کے تمام سیاہ کارنامے معلوم ہیں۔ یہ لوگ ظاہری طور پر جتنے اچھے لگتے ہیں باطنی طور پر اتنے ہی برے ہیں۔ انہوں نے دیوبندیوں کی پیشانی کے گھٹے کے بارے میں تفصیلی واقعہ بھی پیش کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید صاحب قبلہ کی تقریر موقع اور محل کے اعتبار سے بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی۔ تقریر کے بعد کچھ لوگوں نے برجستہ اعتراف کیا کہ ہم لوگ اب تک اندھیرے میں تھے آج کی تقریر سے آنکھوں کی پٹی کھل گئی۔ میرے خسر محترم جناب ماسٹر مستقیم صاحب قبلہ مرحوم نے مجھ سے برملا کہا کہ سید صاحب کی تقریر نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔ کیونکہ انہوں نے کوئی لفاظی نہیں کی (ٹو دی پوائنٹ) To the point بات کی۔ انہوں نے عقدوں کو کھول کر رکھ دیا۔ اس طرح سے اوروں نے بھی سید صاحب کی تقریر کی تعریف کی۔ نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت کی صدا اور

ان تقریر برابر گونجتی رہی۔ ماحول میں نئی تازگی پیدا کرنے کیلئے کچھ نعت ومنقبت کے اشعار پڑھے گئے۔ پھر حضرت علامہ مولانا مفتی اعجاز اصغر صاحب قبلہ نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور ’’آئینہ دیوبندیت‘‘ کی تصنیف کا ماحصل بیان کیا۔ رات کا تہائی حصہ گذر چکا تھا لیکن مجمع ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ مقررین حیرت زدہ تھے کہ ہم لوگ مختلف دیہات میں تقریر کرتے ہیں ایسا ماحول کہیں نہیں پاتے ہیں بلکہ دو تین دن قبل مادھے پور سے قریب چٹانگی ہاٹ میں غوث الوریٰ کانفرنس ہوئی تھی کانفرنس اگرچہ کامیاب ہوئی لیکن مادھے پور جیسا ماحول اور جوش وخروش اور بیداری نہیں تھی۔ اس کا اعتراف وہاں کے اراکین نے بھی کیا۔ بہرکیف جب رات کا تھوڑا حصہ باقی رہ گیا تو مہمان خصوصی سیاح ایشیا وافریقہ، خاندان رضویت وگلشن ریحان ملت کا مہکتا ہوا پھول سب کی تعریف وتوصیف کا حصول یعنی حضرت علامہ مولانا توصیف رضا خاں صاحب قبلہ کرسی خطابت پر رونق افروز ہوئے۔ حضرت کی تقریر سے قبل برادر عزیز حافظ شمیم راحت صاحب نے اپنی طبع آزمائی کے چند بند بشکل نعت پیش کئے۔ آواز اور کلام کی لطافت نے سامعین کو بے خود کر دیا۔ نعت رسول ﷺ کے بعد خطیب الہند حضرت مولانا توصیف رضا خاں صاحب قبلہ نے ایک فکر انگیز خطاب سے سامعین کو مخاطب کیا۔ دلائل و براہین سے مذہب حق کو ثابت کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مخالفین اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی شخصیت کو جتنا مجروح کرنے کی کوشش کرتے ہیں اعلیٰ حضرت کی شخصیت اتنا ہی نکھر کر صاف وشفاف ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ اگر یہاں کے کچھ لوگ اعلیٰ حضرت کی شان میں گستاخی نہیں کرتے تو یہ تینوں کتابیں کیسے منظر عام پر آتیں؟ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جو اعلیٰحضرت سے ٹکرانے کی کوشش کرتا ہے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اسے ایک دن چکنا چور ہونا ہی پڑتا ہے

اور صفحۂ ہستی سے اس کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

فجر کی اذان ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے آئندہ کا وعدہ کرکے اپنی تقریر ختم کر دی فوراً صلوٰۃ وسلام ہوا اور دعائیہ کلمات پر کانفرنس بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ راقم الحروف کی تجویز سے ایک انجمن ’’فیضان اولیاء‘‘ کا قیام عمل میں آیا اور اسٹیج سے ہی حضرت کی زبان فیض ترجمان سے اس کا اعلان ہوا۔ ’’**اعلیحضرت کا تعارف**‘‘ اور ’’**عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف**‘‘ دونوں کتابیں مفت تقسیم ہوئیں۔ جس کا بہت اچھا اثر قائم ہوا۔ اس کا علم مجھے اس طرح سے ہوا کہ جب میں دوبارہ بریلی سے اپنے خسر جناب ماسٹر مستقیم صاحب مرحوم کی جنازے میں شریک ہو کر ۲۱؍اپریل ۲۰۰۰ء کو گھر پہونچا تو میرے چچا جناب حبیب ڈیلر صاحب نے فرمایا کہ ’’۱۸؍اپریل ۲۰۰۰ء کو مخالفین نے تمہاری کانفرنس کی مخالفت میں ایک جوابی جلسہ منعقد کیا تھا۔ جس میں صرف واہی تباہی اور گالی گلوچ ہوئی کوئی کارآمد تقریر نہیں ہوئی۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ ان کے کچھ مولویوں نے اس جلسے کی مخالفت کی۔ ان سے عقیدت رکھنے والے اور ہاں میں ہاں ملانے والے لوگوں نے یہ بھی کہا کہ آپ لوگوں کا یہ جلسہ اس کانفرنس کے مقابل میں بے کار رہا۔ مولانا اعجاز انجم صاحب نے کانفرنس کی ملک بیرون ملک کے علماء کو بلایا ان لوگوں نے بہت ہی سلجھی ہوئی اور سنجیدہ تقریر کی۔ جو دل میں اتر گئی اور گھر کر گئی۔ مزید یہ کہ مولانا اعجاز انجم صاحب نے مفت کتابیں تقسیم کرائیں۔ آپ لوگوں نے نہ تو ان کی کتاب کا جواب دیا اور نہ ہی کوئی کتاب تقسیم کرائی۔ ہم لوگوں کو محسوس ہو رہا ہے کہ وہی لوگ حق پر

ہیں۔اس کے علاوہ اور ایک پتے کی بات سنائی۔کہ ایک دن ہم اور مکھیا جی تیلتا کی طرف سے آرہے تھے مکھیا جی نے کہا کہ مولانا ہلال صاحب لکھنوی (جو ہمارے مخالفین دیوبندی حضرات کے پیشوا اور پیرو مرشد بھی ہیں) نے ہم لوگوں سے ملاقات کی فرمائش کی ہے۔موقع اچھا ہے نیاٹولی میں موجود ہیں چلیں مل لیں۔موٹر سائیکل لے کر جناب موسیٰ صاحب کے دروازے پر ہم لوگ پہونچ گئے۔اتفاق سے مولانا صاحب دروازے پر ہی تھے۔علیک سلیک کے بعد انہوں نے اپنے پاس بٹھایا اور برجستہ کہا کہ آپ لوگوں نے بہت بڑی کانفرنس کی لیکن آپ نے ہم کو دعوت تک نہیں دی۔ان لوگوں نے اپنی مصروفیت کا عذر پیش کیا تو وہ مان گئے۔اور گفتگو کا سلسلہ بڑھاتے ہوئے مولانا نے کہا کہ آپ کے خاندان میں بہت بڑا عالم پیدا ہوا ہے میں نے ان کی دونوں کتابیں پڑھی ہیں کتابیں بہت ہی عمدہ اور لائق مطالعہ ہیں (راوی جناب محمد حبیب ڈیلر مادھے پور) کہنے والوں نے کہا ہے کہ اچھا وہی ہے جس کو سب اچھا کہیں چاند پر تھوکنے سے تھوک چاند پر نہیں پہونچتا ہے بلکہ خود اپنی چاند پر لوٹ آتا ہے۔ان دونوں قول کی بنیاد پر مجھے مخالفین کی واہی تباہی بکنے اور گالی گلوچ کرنے کا کوئی غم نہیں ہوا۔مجھے اپنی کانفرنس کی کامیابی پر فخر ہے اور برادران اہل سنت پر ناز ہے کہ ان لوگوں نے ہمارا ساتھ دیا۔

یہ پوری رپورٹ لکھ کر بعنوان ''**اصلاح المسلمین کانفرنس کیوں اور کیسے ایک جائزہ**'' ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' شمارہ ماہ جون ۲۰۰۰ء میں شائع کرا کے راقم الحروف نے اسکی مختلف فوٹو اسٹیٹ کاپیاں مخالفین کو بھیجوا دیں لیکن اس کے باوجود ان بے حس لوگوں کو کوئی احساس نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی پیش رفت سوجھی۔بار بار کے احساس دلانے پر بھی جب مناظرہ کی کوئی دوسری تاریخ مقرر نہ ہو سکی تو راقم الحروف

نے ''آخری کوشش کی داغ بیل ڈالی۔یہ میری سعی مسلسل کا نتیجہ ہے کہ ''آخری کوشش'' آپ کے ہاتھ میں ہے دیوبندی مولویوں نے جو ''موضوع مناظرہ'' طے کیا تھا۔راقم نے تحریری شکل میں اس کا جواب دیدیا ہے آئندہ اوراق میں آپ اسے ملاحظہ فرمائیں گے اب بریلوی مولویوں کی طرف سے جو موضوع طے ہوا تھا۔اس کا جواب چیلنج دہندہ مولوی منظور عالم صاحب تحریری شکل میں عوام کی بارگاہ میں پیش کریں۔بحیثیت دیوبندی وکیل ان کا جواب پیش کرنا اخلاقی اور منصبی فریضہ بھی ہے۔تاکہ دونوں فریق کے سوالات و جوابات کو پڑھ کر عوام خود فیصلہ کرلیں کہ حق پر کون ہے؟ اگر اس ''**آخری کوشش**'' کے بعد بھی خاموشی رہی تو عوام الناس کو حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچنے اور فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔کیونکہ قرآن کا فرمان ہے جاء الحق وزھق الباطل حق آیا اور باطل مٹ گیا

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچہ تیرا

محمد اعجاز انجم لطیفی
مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام
سوداگران بریلی شریف
یکم جنوری ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قارئین کرام! تقریباً ۲۶ رسال قبل ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ میں سیمل ٹولہ مادھے پور ضلع کٹیہار، بہار کی سرزمین پر دیوبندی و بریلوی کا ایک عظیم الشان مناظرہ ہوا تھا۔ بریلویوں کی طرف سے مناظر حضرت علامہ مولانا مفتی عبیدالرحمٰن رشیدی صاحب قبلہ مدظلہ العالی ساکن بنیی باڑی ضلع کٹیہار اور ان کے رفقاء تھے۔ دیوبندیوں کی طرف سے مولوی محمد الیاس صاحب ساکن سمن پور ضلع کٹیہار اور انکے رفقاء تھے اس مناظرے میں بریلویوں کو فتح مبین اور دیوبندیوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔ لیکن اس کی کوئی باقاعدہ تشہیر نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی روداد تیار ہوسکی تھی۔ اس لئے آہستہ آہستہ اس مناظرہ کی افادیت کا اثر لوگوں کے ذہن و دماغ سے جاتا رہا۔ اب تو وہ عظیم مناظرہ صرف یاد ماضی کا حصہ بن کر رہ گیا ہے نئی نسل کو اس کا کوئی علم نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کی روداد سنانے والا ہے۔ انہیں حالات کے پیش نظر بعض مخلصین و محبین نے راقم الحروف سے مشورۃ کہا کہ آپ قلمکار اور مضمون نگار ہیں ''چیلنج مناظرہ'' سے متعلق جو بھی کاروائی ہوئی ہے اس کی پوری روداد کتابی شکل میں شائع کردیں حالات کے پیش نظر میں نے مشورہ مفید محسوس کیا اس لئے کتاب ترتیب دینے کیلئے مسلک دیوبند کے موضوعات مناظرہ کو سوالات و جوابات کی شکل میں آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب حق و باطل کا فیصلہ آپ ہی حضرات کو کرنا ہے۔ ترتیب وار سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

سوال (۱) :- مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے ہم عقیدہ لوگ اہل سنت و جماعت مسلمانوں میں سے ہیں یا نہیں؟

جواب :- امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا ایمان واسلام اس قدر پختہ اور مضبوط تھا کہ ان کے مومن اور عاشق رسول ہونے کا اعتراف موافق ومخالف سب نے کیا ہے۔ کسی کو شک وشبہ نہیں تھا، لیکن موجودہ نسل کے نئے نئے فارغین جنہیں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور اور ان جیسے ہم عقیدہ اداروں نے دیوبندیت و وہابیت کا نشہ دیکر ضلالت و گمراہی کی اشاعت کیلئے چھوڑ رکھے ہیں۔ آج وہی لوگ اعلیٰحضرت اور ان کے عقیدتمندوں وارادتمندوں کو شک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ یہ کتنی حیرت کی بات ہے؟ حالانکہ یہ لوگ اسلام کے ایسے ٹھیکیدار اور اپنے بزرگوں کے ایسے عاشق زار اور وفا شعار ہیں کہ تبلیغی اجتماع اور دوران چلہ کافر کو بھی کافر نہ کہنے کا پرچار کرتے رہتے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں مسلکی عناد اور تعصب و تنگ نظری۔

اب جب کہ دیوبندی وکیل اور ان کے برادران کو شک وشبہ ہو ہی گیا ہے تو اس کا ازالہ بھی ضروری ہے صفائی اور دلیل پیش کرنے سے قبل مومن کی تعریف اور اس کی پہچان معلوم کرنا نہایت ضروری ہے اس سلسلے میں ہم پہلے ''تقویۃ الایمان'' کی عبارت پیش کررہے ہیں کیونکہ دیوبندی عقیدے کے مطابق اس کتاب کا پڑھنا اور اپنے پاس رکھنا عین اسلام ہے۔ عین اسلام کا تقاضہ یہی ہے کہ مذکورہ کتاب کو اس برادری کے سب لوگوں نے پڑھا ہوگا اور سب کے گھر موجود بھی ہوگی۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

''ایمان کے دو جز ہیں۔ خدا کو خدا جاننا اور رسول

کورسول سمجھنا اور خدا کو خدا سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑے۔ اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو شرک اور دوسری بات کو اتباع سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت سو ہر کس کو چاہئے کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دو چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۵-۴ محمدی پرنٹنگ پریس دیوبند)

مذکورہ بالا عبارت کا واضح مطلب اور مفہوم یہی ہے کہ مومن اس شخص کو کہا جائے گا جو خدا کو خدا جانے اور رسول کو رسول سمجھے۔ ساتھ ہی ساتھ خدا اور رسول کے احکام کی اتباع کرے۔ اس عبارت کی روشنی میں شک کرنے والے حضرات کو چاہئے تھا کہ وہ لوگ سب سے پہلے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی حیات و خدمات اور شب و روز کے معمولات کا جائزہ لیتے نیز تصنیفات و تالیفات کا مطالعہ کرتے۔ اگر وہ لوگ ایسا کر لیتے تو کبھی بھی شک و شبہ کی دلدل میں نہیں پھنستے۔ اب بغیر کسی تبصرہ و تنقید کے تمہید ایمان کی عبارت پیش کر رہا ہوں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی ایمان اور صاحب ایمان کا تعارف اور اسکی پہچان کس انداز سے بیان کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:۔

"انا ارسلنک شاهد اومبشراو نذیرا۔لتؤمنوا بالله و رسوله و

تعزروه وتوقروه و تسبحوه بكرة واصيلا"

ترجمہ:۔ اے نبی ہم نے بھیجا تمہیں گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دین اسلام بھیجنے قرآن مجید اتارنے کا مقصود ہی تمہارا مولیٰ تعالیٰ تین باتیں بتاتا ہے۔ اول یہ کہ لوگ اللہ و رسول پر ایمان لائیں دوم یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کریں۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔ **مسلمانو**! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو۔ سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کی تعظیم کو۔ اس لئے کہ بغیر ایمان تعظیم کارآمد نہیں۔ بہتیرے نصاریٰ ہیں کہ نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات کافران لعین میں تصنیفیں کر چکے لیکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی۔ دل میں حضور اقدس ﷺ کی سچی محبت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے پھر جب تک نبی ﷺ کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادت الٰہی میں گزارے سب بیکار و مردود ہے۔ بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر و عبادت الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں۔ بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا اله الا الله کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر از انجا کہ محمد رسول ﷺ کی تعظیم نہیں۔ کیا فائدہ؟ اصلاً قابل قبول بارگاہ الٰہی نہیں اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے وقدمنا الیٰ ماعملوامن عمل فجعلنه هباء منشورا جو کچھ اعمال انہوں نے کئے ہم نے سب برباد کر دیئے ایسوں کو فرماتا ہے عاملة ناصبة تصلی

نارا حامیہ عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم مدار ایمان و مدار نجات و مدار قبول اعمال ہوئی یا نہیں۔ کہو ہوئی اور ضرور ہوئی۔

تمہارے پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں:-

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

ترجمہ:- تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اس کے پاس اس کے ماں باپ اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں ﷺ۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حدیث مذکور نے تو بات صاف فرمادی کہ جو حضور اقدس ﷺ سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدار ایمان و مدار نجات ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔

(تمہید ایمان ص۴-۳-۲ ناشر امام احمد رضا لائبریری، رجسٹرڈ، درگاہ اعلیٰحضرت بریلی)

برادران اسلام! آپ حضرات نے تقویۃ الایمان اور تمہید ایمان دونوں کتابوں کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں آپ حضرات کو بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ کس عبارت سے عشق و محبت کی بو آتی ہے اور کس عبارت سے کتابوں و سنت سے بے اعتنائی اور جفا و ترک حیا کی بدبو آرہی ہے۔ کہاں ادب کی شیرینی ہے اور کہاں ترک ادب کی بے کیفی ہے؟ مزید تبصرہ

کی ضرورت نہیں۔ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ خدا کے بعد اگر کسی کا مرتبہ ہے تو وہ سرکار کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ ان سے عقیدت و محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے۔ ان کو اپنا جیسا بشر بتانا اور ان کی شان میں گستاخی کرنا بے ایمانی کی دلیل ہے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی شان رسالت بیان کرتے ہوئے ایک رباعی میں رقمطراز ہیں:-

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

دیوبندی وکیل بتاؤ تمہارا ذہن صاف ہوا یا نہیں۔ کیا ایسی واضح تحریر کے بعد بھی امام احمد رضا خاں کے مسلمان ہونے کا شک باقی رہ گیا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ امام احمد رضا صرف سنی مسلمان ہی نہیں تھے بلکہ وہ سنی گر تھے۔ ان کی تصنیفات اس بات کی شاہد ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ ''حدائق بخشش'' انکے عاشق رسول ہونے پر مکمل ثبوت اور عشق کی سرفرازی کا نمونہ اور اعلیٰ شاہکار ہے۔

اب رہ گئی بات ان کے ہم عقیدہ لوگوں کے مسلمان ہونے اور اہل سنت و جماعت سے ہونے کی اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ ان کے ہم عقیدہ لوگوں کا وہی عقیدہ ہے جو اعلیٰحضرت کا عقیدہ تھا صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ ۱۹۴۵ء کی تاسیس اول کے موقع پر سنی کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

''سنی وہ ہے جو ما انا علیہ واصحابی
کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین
خلفائے راشدین، مسلم مشائخ طریقت اور

متاخرین علماء کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق
محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء بحر العلوم
فرنگی محلی حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین
رامپوری اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا
خاں صاحب بریلوی کے مسلک پر ہوں رحمہم
اللہ تعالیٰ" (ماہنامہ عرفات خصوصی نمبر لاہور ص ۳-۲)

یہ بات بھی ذہن نشیں کرنے کی ہے کہ ہر زمانہ اور ہر دور میں اہل سنت و جماعت کی الگ الگ پہچان رہی ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اہل سنت کی پہچان تفضیل الشیخین حب الختنین المسح علی الخفین تھی۔اسی طرح ہر صدی میں اس صدی کے مجدد کے قول وعمل اور افعال و کردار سے دین و سنیت کی پہچان ہوتی تھی اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے عالی جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب رقمطراز ہیں:-

"آج سنیت کی پہچان اعلیٰحضرت سے ہوتی ہے۔اس طرح سے ہر صدی میں اس صدی کے مجدد سے دین و سنیت کی پہچان ہوتی تھی۔مثلاً گیارہویں صدی ہجری کے مجدد امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے دین کی جو تجدید فرمائی ۔اکبر کے دین الٰہی کا رد فرمایا۔اپنے مکتوبات وغیرہ کے ذریعہ اپنے

عقائد ونظریات جو اصلی اسلامی عقائد ونظریات تھے۔پیش فرمائے۔ان کی وجہ سے ان کے عقیدے کو مسلک مجدد کہا گیا
---------------اسی طرح
"مسلک اعلیٰ حضرت" بھی مسلک غوث وخواجہ مسلک امام اعظم، مسلک صحابہ و مسلک خلفائے اربعہ ہے یہ کوئی نیا مسلک و مذہب یا فرقہ نہیں ہے۔اعلیٰحضرت حنفی المذہب تھے۔انہوں نے فقہ حنفی کو فروغ دیا۔مسائل کی تنقیح کی۔عقائد بزرگاں و عقائد ائمہ و عقائد صحابہ یعنی اصل اسلامی عقائد یا عقائد اہل سنت کو چھان پھٹک کر اس کی اصلی حالت میں پیش کیا۔اسلئے ہم عقائد اہل سنت کو مسلک اعلیٰحضرت کہتے ہیں"

(مسلک اعلیٰ حضرت ص ۲۶ ناشر رضا اکیڈمی ممبئی)

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں کی روشنی میں سچا پکا مسلمان وہی شخص ہے جس کا عقیدہ مسلک اعلیٰحضرت کے مطابق ہو۔اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان کے ہم عقیدہ لوگ اعلیٰحضرت کو مسلمان جانتے ہیں اور انہیں اپنا پیشوا و رہنما سمجھتے ہیں۔لہٰذا ہم سچے پکے مسلمان ہیں اور اہل سنت و جماعت کے سچے امین بھی ہیں۔

دیوبندی وکیل کہہ سکتا ہے کہ یہ عبارتیں آپ کے ہم خیال لوگوں اور اعلیٰحضرت

کے عقیدتمندوں کی ہیں اسلئے ہمارے لئے قابل اعتماد نہیں۔لہٰذا اس نظریہ کی تردید اور تمام شکوک وشبہات کا سدباب کرتے ہوئے ہم دیوبندی وکیل کے ہم خیال اکابر دیوبند کے نظریات واقوال پیش کررہے ہیں جوانہوں نے فاضل بریلوی کیلئے پیش کئے ہیں۔مولوی مرتضی حسن دربھنگی لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر خاں صاحب (اعلیٰحضرت) کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خاں صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ اس کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔جیسے علمائے اسلام سے مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کرائے اور وہ قطعا ثابت ہو گئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر ومرتد کہنا فرض ہو گیا۔(اشد العذاب ص۱۳ مطبوعہ دیوبند)

خط کشیدہ الفاظ کو بار بار پڑھیے اور انصاف ودیانت سے بتائے کہ مولوی مرتضی حسن صاحب نے اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو مسلمان جانا یا نہیں؟ خط کشیدہ الفاظ سے صاف واضح ہے کہ دربھنگی صاحب نے امام احمد رضا کو مسلمان ہی جانا اور مانا کیونکہ بقول مرتضی حسن صاحب اگر اعلیٰحضرت ان گستاخان رسول ﷺ (مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرفعلی تھانوی) کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔"لفظ کافر ہو جاتے" ببانگ دہل کہہ رہا ہے کہ اعلیٰحضرت سچے پکے مسلمان

تھے۔اسی طرح کا نظریہ مولوی اشرفعلی تھانوی کا بھی ہے عبارت ملاحظہ فرمائیے:۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں مرحوم ومغفور کے وصال کی اطلاع حضرت تھانوی کو ملی تو حضرت نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا:۔

فاضل بریلوی نے ہمارے بعض بزرگوں یا ناچیز کے بارے میں جو فتوے دیئے ہیں وہ حب رسول اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے مغلوب ومجبوب ہو کر دیئے ہیں اسلئے انشاءاللہ تعالیٰ عنداللہ معذور اور مرحوم ومغفور ہوں گے۔میں اختلاف کی وجہ سے خدانخواستہ ان کے متعلق تعذیب کی بدگمانی نہیں کرتا"۔

(مسلک اعتدال ص۸۵ مطبوعہ کراچی)

مذکورہ بالا پیراگراف کے خط کشیدہ الفاظ کو بغور پڑھیے اور مکمل دیانتداری اور انصاف سے بتائے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب نے امام احمد رضا کو مسلمان مانا یا نہیں؟ صرف مسلمان ہی نہیں جانا بلکہ انصاف ودیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ انہوں نے انشاءاللہ تعالیٰ عنداللہ معذور اور مرحوم ومغفور کہہ کر فاضل بریلوی کو جنت کا حقدار جانا اور مانا۔اسی طرح مولوی عطاءاللہ شاہ بخاری بھی فاضل بریلوی کے سلسلے میں یہی عقیدہ رکھتے تھے جیسا کہ ان کے بیان سے ظاہر وباہر ہے:۔

"بھائی بات یہ کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری کا دماغ عشق رسول سے معطر تھا۔جب انہوں نے ہمارے علمائے دیوبند کی کتابیں دیکھیں تو انکی نگاہ علماء دیوبند کی بعض ایسی عبارات پر پڑی کہ جن میں سے انہیں توہین رسول کی بو آئی اب انہوں نے محض عشق رسول ﷺ کی بنا پر ہمارے ان دیوبندی علماء کو کافر کہہ دیا اور وہ یقیناً اس میں حق

بجانب ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں آپ بھی سب مل کر کہیں
مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سامعین سے کئی مرتبہ رحمۃ
اللہ علیہ کے دعائیہ کلمات کہلوائے''

(القول السدید ص۲۶۶-۲۶۵)

مذکورہ بالا تحریر سے بھی اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا مسلمان ہونا آفتاب نیمروز کی طرح عیاں اور روشن ہے مزید وضاحت اور دلائل کی چنداں ضرورت نہیں۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی ایک سچے پکے مسلمان اور عاشق رسول ہی نہیں بلکہ مجدد دین وملت بھی تھے احیائے دین کے بہت سے کارہائے نمایاں تاریخ کے صفحات پر بکھرے پڑے ہیں اسی بنیاد پر عرب وعجم کے علماء نے انہیں بہت سے القاب سے نوازا ہے۔جہاں اپنوں نے تعریفات وتاثرات پیش کئے ہیں وہیں غیروں نے بھی دینی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ایک مشہور ومعروف دیوبندی مولوی ذکریا شاہ والد محمد یوسف شاہ بنوری کراچی دینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

''اگر رب تبارک وتعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا
خاں بریلوی کو پیدانہ فرماتا تو ہندوستان میں
سنیت ختم ہوجاتی''

(مکتوب بنام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کراچی)

مولوی فخر الدین مرادآبادی اعلیٰحضرت کے تبحر علمی اور دینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''مولانا احمد رضا خاں سے ہماری مخالفت اپنی

جگہ تھی مگر ہمیں ان کی خدمت پر بڑا ناز ہے غیر
مسلموں سے ہم آج تک بڑے فخر کے ساتھ یہ
کہہ سکتے تھے کہ دنیا بھر کے علوم اگر کسی ایک
ذات میں جمع ہو سکتے ہیں تو وہ مسلمان ہی کی
ذات ہو سکتی ہے دیکھ لو مسلمانوں ہی میں مولوی
احمد رضا خاں کی ایسی شخصیت آج بھی موجود
ہے جو دنیا بھر کے علوم میں یکساں مہارت رکھتی
ہے ہائے افسوس کہ آج ان کے دم کیساتھ ہمارا
یہ فخر بھی رخصت ہوگیا''

(اعلیٰحضرت کا تعارف ص۲۶۔ناشر انجم بک ڈپو بریلی)

پاکستان کے مشہور محقق اور ادیب صحافی جناب سعاد میر نے ایک مجلس مذاکرہ میں اپنے تاثرات کا اظہار بایں طور کیا ہے۔

''حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی کو اپنا امام وپیشوا مانتا ہوں اور وہ میرے خیال میں اپنے وقت کے امام ابو حنیفہ تھے۔کیونکہ انہوں نے سواد اعظم کے نظریات کو مجتمع کیا اور اپنی جانب سے کوئی نیا نظریہ نہیں پیش کیا اور نہ ہی اسکی اپنی مرضی سے تعبیر وتوضیح پیش کی۔بلکہ اجماع امت کے نظریہ کے تحت بعینہ اس نظریہ کی وضاحت کی جوسواد اعظم اور امام اعظم ابوحنیفہ کا نظریہ تھا''۔

(ماہنامہ فیضان فیصل آباد پاکستان مارچ ۱۹۷۸ء شمارہ ۸ ص۳۰)

اہل سنت کی نشاندہی کرتے ہوئے جناب مولوی سید سلیمان ندوی (جن کا میلان طبع غیر مقلدیت کی طرف تھا) بیان کرتے ہیں :-

''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد دو گروہ نمایاں ہوئے (۱) علماء دیوبند اور مولانا سخاوت علی جونپوری وغیرہ اس سلسلے میں توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ (۲) میاں نذیر حسین دہلوی اس سلسلے میں توحید خالص اور ردّ بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کی بجائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا۔ اور اس سلسلے کا نام اہل حدیث مشہور ہوا۔ ان دو کے علاوہ ایک تیسرا سلسلہ بھی تھا۔ تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنہ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے''۔ (ماہنامہ یٰسین کانپور تحفظ ناموس رسالت نمبر شمارہ اگست و ستمبر ۱۹۸۹ء ص ۴۴۶)

اس اقتباس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ بریلی اور بدایوں کے علماء کسی نئے فرقے کے بانی نہ تھے۔ بلکہ ما انا علیہ واصحابی کے مصداق اور سلف صالحین بزرگان دین کے پیروکار تھے۔ اسکی نشاندہی مولوی ثناء اللہ امرتسری مدیر اہل حدیث نے بھی کی ہے۔ انہوں نے ۱۹۳۷ء میں لکھا تھا۔

''امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو اور سندھی وغیرہ) کے مساوی ہے اسّی ۸۰ سال قبل قریب سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ (شمع توحید مطبوعہ سرگودھا ص ۴۰ بحوالہ ماہنامہ یٰسین کانپور)

مذکورہ بالا تمام حوالہ جات اور عبارات سے صاف واضح ہوگیا کہ امام احمد رضا خاں اور ان کے ہم عقیدہ لوگ مسلمان اور اہل سنت و جماعت سے ہیں۔

سوال (۲):- حضور محمد ﷺ جنس بشر میں سے ہیں یا نہیں اور نور کے مادے سے آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی ہے یا نہیں؟

جواب :- دیوبندی وکیل نے اپنے نظریات کا مثبت پہلو یا منفی پہلو واضح انداز میں پیش نہیں کیا ہے۔ جبکہ اکابر دیوبند کا متفقہ فیصلہ اور دعوٰی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بشر ہیں نور نہیں اگر صرف جنس بشر ہی کی حد تک بات رہتی تو کچھ تاویل کی گنجائش باقی رہتی۔ لیکن شیطان کی شرارت اور مکر و فریب نے انہیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ جانشینی کا حق اس قدر ادا کیا کہ عظمت رسول کی عداوت میں شیطان کے متبعین نے ایمان وعقیدہ کا سودا کر کے صرف نور نبی کا انکار نہیں کیا بلکہ سرور انبیاء کو اپنا جیسا بشر کہنا اور اس نظریہ کی اشاعت کرنا اپنے لئے باعث فخر تصور کیا۔ ہم مذکورہ نظریہ کی تردید قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمایئے قرآن کریم میں رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ (سورۂ نور پارہ ۱۸، رکوع ۱۵)

ترجمہ:- رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ (سورۂ حجرات پارہ ۲۶ رکوع ۱۳)

ترجمہ:- اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صاحب روح البیان رقمطراز ہیں:-

والمعنى لاتجعلوا ندائكم اياه و تسميتكم له كنداء بعضكم بعضا باسمه مثل يا محمد ويا ابن عبد الله ورفع الصوت به والنداء وراء الحجرة.ولكن بلقبه العظيم مثل يا نبى الله ويارسول الله كما قال الله تعالىٰ يا ايها النبى يا ايها الرسول.

(سورۃ نور ص۱۸۵ ج۶)

ترجمہ :- حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو پکارنا یا نام لینا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ بعض کو نام سے پکارتے ہیں۔ جیسے یا محمد اور یا ابن عبداللہ اور آواز کو بلند کرنا۔ اور حجرے کے پیچھے سے پکارنا۔ وغیرہ لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جیسے یا نبی اللہ یا رسول اللہ جیسا کہ خود رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایھا النبی یا ایھا الرسول۔

مذکورہ آیت اور تفسیر سے ظاہر ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ بشر تو ہیں لیکن ہماری طرح بشر نہیں اسی وجہ سے ہم لوگ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اس طرح انہیں نہیں پکار سکتے۔ رب تبارک وتعالیٰ کو یہ بھی پسند نہیں کہ اپنے محبوب کے سامنے آواز بلند کی جائے اور نہ ہی ایسے الفاظ سے انہیں پکارا جائے جن میں گستاخی یا توہین کی بو پائی جائے۔ قرآن ناطق ہے لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا ۔تم لوگ راعنامت کہو بلکہ انظرنا کہو کیونکہ راعنا میں توہین کی بو آتی ہے۔ چونکہ کچھ لوگ اس لفظ کو بقصد توہین بولتے ہیں۔

آیت اور تفسیر کا ماحصل یہی ہے کہ حضور ﷺ ہماری طرح انسان نہیں ہیں یہاں

پر یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ رسول کائنات بشر ہیں۔ بشریت سے کسی کو انکار نہیں ہے لیکن اپنا جیسا بشر کہنے سے ضرور انکار ہے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی حقیقت کچھ اور ہے ہماری اور آپ کی حقیقت کچھ اور ہے۔ شریعت میں ہر ایک کیلئے جداگانہ حکم ہے۔ اسی فرق کو واضح کرتے ہوئے ایک بزرگ شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

محمد سر وحدت ہے کوئی رمز اسکی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
خدا و مصطفیٰ کی کنہ میں ادراک عاجز ہے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جان

(تذکرۂ نعت گویان بریلی ۱۹۸۶ء ص ۴۷)

اس مضمون کو اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے بھی "حدائق بخشش" میں پیش فرمایا ہے

رخ دن ہے مہر سماء یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبد الہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سر خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

نبی اور امتی کا واضح فرق سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ نبی صاحب شریعت، امتی محتاج شریعت، نبی کا کلمہ اور امتی کا کلمہ اور، نبی کی گفتار حدیث امتی کی گفتار بات چیت امتی کسی صورت یا کسی چیز میں نبی کے برابر نہیں یہ امتیاز اور فرق تمام انبیاء اور امم کے درمیان ہے

لیکن ہمارے نبی تو ایسے نبی ہیں کہ وہ سب انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ وہ خیر البشر ہیں سید الانبیاء ہیں۔ خاتم المرسلین ہیں۔ وہ اس وقت بھی نبی تھے جب ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام آب وگل کی منزل طے کر رہے تھے۔ حدیث پاک کا اعلان ہے کنت نبیا و آدم بین الماء والطین میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جب ابو البشر سے قبل خیر البشر نبی تھے تو کس صورت اور شکل میں تھے؟ اس سوال کا جواب بھی ہمارے سرکار مدنی تاجدار نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ سید الانبیاء کی بارگاہ ناز میں سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ ہمیں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس شئے کو پیدا فرمایا۔ تو نبیوں کے سردار دونوں عالم کے مختار ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

یاجابر ان اللہ تعالی خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ ولم یکن فی ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمرو لا جن ولا انس۔ (حجة اللہ علی العالمین ص ۲۸)

ترجمہ :- اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت تھی نہ دوزخ نہ کوئی فرشتے۔ نہ آسمان نہ زمین اور نہ ہی سورج اور چاند نہ کوئی جن اور نہ کوئی انسان۔

اسی سلسلے کی دوسری حدیث جو حدیث قدسی اور حدیث نوری کے نام سے عوام و خواص سب میں مشہور و معروف ہے۔ جس کو محدثین کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے:- اول ما خلق اللہ نوری و کل الخلائق من نوری وانا من نور اللہ۔

ترجمہ :- سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا اور میں اللہ تعالیٰ کا نور ہوں۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے مذکورہ احادیث کریمہ کی کیسی عمدہ اور نفیس ترجمانی اپنے اشعار میں فرمائی ہے چند اشعار پیش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو

اک ترے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہے
وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(حدائق بخشش)

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا اے جبرئیل یہ بتاؤ کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ مجھے اپنی عمر کی کچھ خبر نہیں۔ مگر اتنا ضرور معلوم ہے کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ستر ہزار سال کے بعد چمکتا ہے میں نے اسے بہتر ہزار بار دیکھا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ سنکر ارشاد فرمایا:-

وعزة ربی انا ذلك الکوکب۔ (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۹۷۴)

مجھے میرے رب کی قسم میں وہی ستارہ ہوں۔

حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمہ مواہب لدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حکم خداوندی ہوا کہ اے آدم اپنا سر اوپر اٹھاؤ اور دیکھو۔

فرفع راسه فرائ نور محمد ﷺ فی سرائق العرش۔ فقال یا رب ماهذا النور؟ قال هذا نور نبی من ذریتك اسمه فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاه ماخلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا۔ (مواہب لدنیہ ج اص ۹)

ترجمہ :- حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا۔ عرض کی اے اللہ یہ نور کیا ہے؟ رب نے فرمایا یہ نور ایک ایسے نبی کا ہے جو تیری اولاد سے ہوگا۔ اس کا نام آسمان میں احمد اور زمین پر محمد (ﷺ) ہے اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا اور نہ ہی آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔

اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اعلیحضرت فاضل بریلوی رقمطراز ہیں۔

مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے
تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے
انکی نبوت انکی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میری اصل
اس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشر کی ہے
(حدائق بخشش)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تمام عالم کے پدر معنوی ہیں کہ سب کچھ

انہیں کے نور سے ہویدا ہوا۔ اس لئے حضور کا ایک نام پاک ابوالارواح بھی ہے۔ آدم علیہ السلام اگرچہ ظاہری صورت میں حضور پرنور سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اصل ہیں پدر بزرگوار ہیں مگر معنوی حیثیت سے حضور علیہ السلام کی فرع ہیں۔

حضرات ! یہاں پر میں اس بات کی وضاحت کردوں کہ دیوبندی وکیل یا اس کے ہمنوا و ہم خیال لوگوں نے سرور کائنات ﷺ کیلئے جنس بشر کا سوال کیوں اٹھایا؟ جبکہ سواد اعظم اہل حق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ بے شک بشر ہیں۔ بنی نوع انسان ہی سے ہیں نہ فرشتہ ہیں نہ افراد جنات سے ہیں نہ کسی اور جنس ناری یا نوری کا فرد ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ حضور ہماری طرح بشر ہیں ممنوع ہے۔ نبی کو اپنی طرح بشر کہنا کفار و شیاطین انس کا طریقہ تھا۔ قرآن کریم اس پر شاہد ہے۔ خود صحیح الاسناد حدیث میں نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''ایکم مثلی ''تم میں کون میرے مثل ہے یعنی کوئی فرد تم میں کا میری طرح نہیں ہوسکتا۔ میں بشر ہوں مگر اپنی طرح بشر مجھے مت سمجھو۔ میری شان بے اندازہ برتر و بالا ہے۔ میں تو سید البشر ہوں۔ بے نظیر انسان ہوں۔ حتی کہ اللہ وحدہ لاشریک نے مجھے یکتا و لاثانی بنایا ہے۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ بزرگی و برتری حاصل ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہ ۹۰ رفیصد مسلمانوں کا مسلمہ نظریہ اور عقیدہ ہے اور پتے کی بات تو یہ ہے کہ مخالفین بھی اس نظریئے کی حمایت اور تائید کرتے ہیں بلکہ بعض حضرات نے تو اس شعر کو مولانا قاسم نانوتوی سے منسوب کرنے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ مذکورہ شعر حضرت

جامی علیہ الرحمہ کا ہے۔

لیکن اس کے با جود حضور کی بشریت کا سوال اٹھایا جا رہا ہے آخر ایسا کیوں؟ تو اس کا جواب ملاحظہ فرما ۔ اس سوال کے پس پردہ بدعقیدہ لوگوں کا ایک عظیم مشن ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر رسول خدا کو بس ایک معمولی بشر یا اپنا جیسا بشر تسلیم کرلیا گیا تو میلاد سلام وقیام، علم غیب، حیات النبی وغیرہ تمام مسائل از خود دفن ہو جائیں گے چنانچہ آج جو اس نظریئے کی تحریک اور مہم چلا جا رہی ہے کہ ''رسول خدا کی حیثیت ایک زمیندار اور گاؤں کے چودھری جیسی ہے'' ''ج کا نام محمد یا علی وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں'' وغیر ذلک۔ اس مشن اور تحریک کا خلاصہ اور ماحصل یہی ہے کہ جب سید عالم ﷺ کو اپنا جیسا بشر تسلیم کرلیا گیا تو پھر سارے کے سارے مسائل از خود زیر زمیں دفن ہو جائیں گے۔ کیونکہ کسی زمیندار یا چودھری کا میلاد نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی عام آدمی کیلئے علم غیب، معراج جسمانی، موت کے بعد حیات کا ثبوت فراہم کیا جاتا ہے اب نہ تو کسی مناظرہ کی ضرورت اور نہ ہی کسی بحث ومباحثہ کی حاجت۔ بس تمام انسانوں کیلئے جو کمالات اور کشف وکرامات مانے جاسکتے ہیں وہی عادات وخصائل جناب رسالت مآب ﷺ کیلئے مانے جاسکتے ہیں۔

بشر کا اطلاق درست ہے لیکن کب اور کیسے؟

اہل سنت وجماعت کے نزدیک بھی بشر کا اطلاق درست ہے لیکن کسی کے سوال اور استفسار پر۔ کیونکہ اطلاق بشر اور ہے اور اپنا جیسا بشر بتانا اور ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم یا عیسائی وغیرہ آقائے دوجہاں ﷺ کے بارے میں دریافت کرے کہ کیا جناب محمد ﷺ خدا تھے یا خدا کا بیٹا۔ تو اس کے جواب میں بولا جائے گا کہ نہ تو وہ خدا تھے اور نہ ہی خدا کا بیٹا۔ سائل نے پلٹ کر پھر سوال کیا کہ اگر وہ خدا اور خدا کا بیٹا نہیں تھے تو کیا وہ فرشتوں میں سے تھے؟ تو اس کا بھی جواب نفی میں ہوگا کہ نہیں ہرگز نہیں اگر وہ فرشتوں میں سے ہوتے تو انکی زندگی انسان کی رشد وہدایت کا معیار کیسے بن سکتی تھی۔ انہوں نے شادی کی تاکہ انکی ازدواجی زندگی ہمارے لئے نمونہ عمل بن سکے کیونکہ فرشتے شادی بیاہ آل اولاد سے پاک و مبرا ہیں۔ تقریب فہم اور تسکین ذہن کیلئے اگر وہی سائل پھر سے دریافت کرے کہ جب وہ خدا یا خدا کا بیٹا اور فرشتہ نہیں تھے تو کیا وہ جنات میں سے تھے؟ تو اس کا بھی جواب یہی ہوگا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر وہ جنات میں سے ہوتے تو کاروان انسانیت کی قیادت کیسے کر سکتے تھے۔ ایسے متلاشی کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے جواب دیا جائے گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نوع بشر اور جنس بشر سے ہیں حضرت بی بی آمنہ کے نور نظر اور حضرت عبداللہ کے لخت جگر ہیں عبد المطلب کے جگر پارے ہیں۔ یہی ہے اطلاق بشر کا معنی اور مفہوم۔ لیکن اس اطلاق کو عام بول چال میں رواج دینے کی کیا ضرورت۔ ہمیں اور آپ کو جب بھی پکارنا یا کہنا ہوگا تو یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ کہہ کر پکارنا ہوگا۔ طٰہٰ اور یٰسین سے یاد کرنا ہوگا۔ ہمیں اور آپ کو کیا حق کہ ہم انہیں اپنا جیسا بشر کہہ کر ان کی عظمت وشان کو کم کریں اور بول چال کی زبان میں بڑا بھائی، گاؤں کا چودھری، یا زمیندار کے نام سے پکاریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور کے بھائی تھے رشتے دار تھے۔ لیکن حضرت علی نے کبھی بھی حضور کو بھائی کہہ کر نہیں پکارا۔ جب بھی پکارا یا انکی بارگاہ ناز میں کسی چیز کے لئے سوالی ہوئے تو حضرت علی نے نبی کریم کو یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ کہہ کر مخاطب کیا۔ سیدنا علی مرتضی کے اس پاکیزہ کردار نے امت مسلمہ کو نہ صرف آداب آشنا بنایا بلکہ عملاً اس کی زندہ جاوید مثال پیش کردی اور یہ بتایا کہ جب میں بھائی ہو کر انہیں بھائی نہیں کہہ سکتا تو چودہ صدی کے نام نہاد

ملا انہیں کیونکر بڑا بھائی کہہ سکتا ہے۔ اور اس کے چیلے چپٹے ان سے بھائی کا رشتہ کیسے جوڑ سکتے ہیں؟

حضرت علی کے قابل تقلید عمل سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جب بھی ایمان اور خون کے رشتے کا تقابل ہو تو خون کا رشتہ مغلوب اور ایمان کا رشتہ غالب آ جاتا ہے۔ خون کا رشتہ دب جاتا ہے اور ایمان کا رشتہ ابھر آتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مقام استفسار میں اطلاق بشر اور ہے اور اس کو رواج دینا اور ہے اطلاق ایک وقتی ضرورت کی تکمیل کا نام ہے اور رواج دینا تنقیص و توہین پر مبنی ہے۔

حضرات! ہمارے حریف کا ہم سے مطالبہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جنس بشر میں سے ہیں تو بریلی مکتب فکر کا وکیل ہمیں روکنے والا کون ہوتا ہے؟ ہم بشر کو بشر ہی کہیں گے۔ جناب اگر حق بولنے کا ہیضہ ہو ہی گیا ہے تو القاب کا ناحق خون نہ کیجئے اور میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔ ہمارا سوال ہے کہ ساری کائنات کا خالق کون ہے؟ ہمیں امید ہے کہ ہمارے حریف کا جواب ہوگا ''اللہ تعالیٰ'' گویا حریف نے اعتراف کیا کہ چاند تارے بلندی و پستی، آسمان و زمین، عرش و کرسی، لوح و قلم جنت و دوزخ، جن و فرشتہ وحوش و طیور، چرند و پرند غرضیکہ سب کا خالق وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ سرمو کسی کو شبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر ایک شخص ''مقام حمد'' میں یہ کہتا ہے کہ ''وھی اللہ جو خالق خنزیر ہے'' یعنی سور کا پیدا کرنے والا ہے۔ بظاہر وہ حق بول رہا ہے مگر یہ شرعاً کلمۂ کفر ہے۔ ہر چند کہ خدا خالق خنزیر ہے لیکن ''مقام توصیف'' میں یہ جملہ استعمال کرنا اور بولنا تنقیص الوہیت ہے۔ کیونکہ جملے کا تیور بتا رہا ہے کہ ''خالق خنزیر'' بول کر اس مالک حقیقی خالق کائنات کی تعریف اور حمد و ثنا مقصود نہیں ہے بلکہ تنقیص الوہیت اس کا مدعا اور مطمح نگاہ ہے لہذا فقہاء

کرام فرماتے ہیں کہ یہ کلمۂ کفر ہے۔ (تفسیر مظہری)

بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ میرے سرکار کے نہ جانے کتنے القابات و خطابات ہیں۔

مثلاً یٰسین، طٰہٰ، مزمل، مدثر، شفیع محشر، ساقی کوثر، حبیب کبریا، خاتم النبیین، سید الانبیاء شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین، وغیرہم ان خطابات کے ہوتے ہوئے کوئی اپنی عام بول چال نیز تقریر و تحریر میں صرف بشر بشر کی رٹ لگائے۔ اس پر اگر کوئی عاشق رسول روکے اور مزاحمت کرے تو قائل قل انما انا بشر مثلکم کی دلیل پیش کرے اور یوحی الی کی امتیازی صفت نبوت و رسالت کا قصداً ذکر نہ کرے۔ تو ایسی صورت میں وہ حق نہیں بول رہا ہے بلکہ تقریر و تحریر کا منشاء و مدعا تنقیص رسالت ہے یہ تو کفار بد اطوار کی بکواس کی طرح ہوئی کہ وہ بھی رسولان عظام کے متعلق یہی کہا کرتے تھے کہ ما انتم الا بشر مثلنا نجدیو! اپنے دماغ کا علاج کرواگر کوئی اللہ تعالیٰ کے صفات کمالیہ فرش تا عرش کائنات کا خالق و مالک کہنے کے بجائے خالق خنزیر و خالق قاذورات بتائے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور یہاں رسول اعظم کے صفات جمالیہ و کمالیہ رحمۃ للعالمین وغیرہ کے بجائے اگر اپنا جیسا بشر یا بڑا بھائی یا گاؤں کا چودھری کے مثل بتائے تو وہ مسلمان ہی رہ جائے ہرگز نہیں یقیناً وہ بھی گمراہ و بے دین ہی ہے۔ مذکورہ تحریر کا خلاصہ یہی نکلا کہ اگر کسی حق بات کو بے محل بولا جائے تو اسے حق گو نہیں کہا جاتا۔ بلکہ بسا اوقات کفر بولنے والا کہا جاتا ہے۔ بس ایسے ہی بے شمار القابات و خطابات کے ہوتے ہوئے خطابات نہ بولے جائیں۔ محض بشر بشر کہا جائے اور لکھا جائے تو اس سے نیت کی کھوٹ ظاہر ہو جاتی ہے کہ سرکار کے علوئے مرتبت کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ توہین نبوت اور تنقیص رسالت کا ارادہ ہے۔

حضرات! دیوبندی وہابی کی سب سے بڑی اور بہت ہی اہم دلیل یہ ہے حضور سرکار دو

عالم ہمارے جیسے چہرہ ومہرہ میں ہیں۔ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں سوتے جاگتے ہیں نقل وحمل کرتے ہیں لہٰذا ہم انہیں اپنا جیسا نہ کہیں تو کیا کہیں؟

لیجئے ہم اس مفروضہ اور فلسفیانہ سوال کا بخیہ ادھیڑ دیں تا کہ حقیقت شناس اور خردمندوں کی نگاہ میں وہ ایسے برہنہ ہو جائیں کہ ان کے من گڑھت مفروضات کی قلعی کھل جائے اور فلسفیانہ سوال کا وجود مٹ جائے۔

میں آپ حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کے گاؤں کا کوئی لڑکا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی-یو-ایم-ایس یا ایم-بی-بی-ایس کا کورس مکمل کر کے گاؤں واپس لوٹا اس نے گاؤں میں اپنی ڈسپنسری یا اسپتال کھولا۔ اتفاق سے اسی برادری کا ایک شخص بیمار رہا اور ایسی بیماری میں مبتلا ہوا کہ جان پر آ گئی۔ خدا خدا کر کے گاؤں کے اسپتال تک پہونچا بیمار نے ڈاکٹر کو دیکھا۔ عادت کے مطابق ڈاکٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے میرے ہمشکل انسان اے میرے جیسا انسان اے میرے جیسا کھانے پینے والا انسان اے میرے جیسا سونے جاگنے والا انسان اے میری طرح نقل وحمل کرنے والا انسان۔ میری نبض دیکھیے میرا چیک اپ کیجئے اور علاج کیجئے۔

حضرات! ذرا انصاف سے بتائے کہ برابری کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے کیا وہ ڈاکٹر اس شخص کا علاج کریگا۔ نہیں ہر گز نہیں۔ بلکہ اگر وہ متشدد مزاج کا ہوگا تو فوراً کہے گا کہ تم میرا اسپتال خالی کر دو اور کسی پاگل خانہ میں بھرتی ہو جاؤ۔ آخر ایسا جواب کیوں ملے گا۔ تو آپ حضرات برجستہ کہیں گے کہ اسنے ڈاکٹر کی توہین کی ڈاکٹر سے علاج اس بنیاد پر نہیں کرایا جاتا کہ وہ بھی دو ٹانگ والا ہے دو آنکھ والا ہے دو کان والا ہے یا چہرے مہرے میں مریض جیسا ہے۔ بلکہ اس کی بنیاد یونیورسٹی کی سند ہے اور اسکا تجربہ اور ڈپلومہ کورس ہے۔

حضرات! جب ایک عام لڑکا صرف یونیورسٹی کی سند حاصل کر لینے کی وجہ سے اپنے گاؤں میں اور اپنی ہی قوم میں ڈاکٹر کے بجائے عام انسان کہے جانے پر اپنی توہین اور گستاخی تصور کرتا ہے اور کسی کو اپنا جیسا بشر کہنے کا حق نہیں دیتا ہے۔ اگر کسی نے کہہ دیا تو اسے پاگل اور دیوانہ تصور کرتا ہے۔ تو اب ذرا انصاف اور ایمان کی روشنی میں بتائے کہ سید الکونین روحی فداہ ﷺ جنہوں نے بارگاہ الوہیت میں تعلیم پائی جیسا کہ سرکار نے خود اعلان فرمایا علمنی ربی فاحسن تادیبی میرے رب نے مجھے علم سکھایا اور اچھا ادب دیا یعنی پروردگار عالم نے اپنے حبیب کو بے شمار ڈگریوں اور خطابات سے نوازا اس کے باوجود ان کی ڈگریوں کا احترام نہیں کیا جاتا بلکہ بشر بشر کی رٹ لگانے کی ضد کی جاتی ہے کیا یہ ان کی توہین نہیں ہے؟ اور شان رسالت میں گستاخی نہیں ہے مذکورہ مثال سے بات صاف واضح ہو گئی کہ جس کے دل میں عظمت مصطفیٰ اور محبت رسول ہوگی وہ کبھی بھی بشر بشر کی رٹ نہیں لگائے گا۔ اور جس کا دل عظمت مصطفیٰ اور محبت رسول سے خالی ہوگا وہی اس طرح کی بات کریگا۔

انسان! شیطان تیرا کھلا دشمن ہے۔ دشمن کو پہچان اور دشمن سے دشمنی رکھ "ان الشیطٰن لکم عدو فاتخذوہ عدوا" رسول اللہ تیرے محسن اعظم ہیں ان کا احسان نگاہ رکھ ان کی عظمت سے کھلواڑ مت کر۔ اور عالم نما جاہلوں کی اندھی پیروی سے باز آ۔ توبہ کر لے اور ان کی بھرپور تعظیم، توقیر کی کوشش کر۔ ایمان کو جان سے زیادہ عزیز جان۔ ایمان کی حفاظت اللہ ورسول کی محبت اور کتاب وسنت واتباع سلف میں ہی ہے۔

عظمت سرور کونین ہے پونجی اپنی ☆ جان دیکر بھی بچے تو بچائے رکھئے

سوال (۳):- حضور اکرم ﷺ کی طرف قرآن وحدیث میں علم غیب کی نسبت کی گئی ہے یا نہیں کی گئی ہے؟

جواب :- دیوبندی وکیل نے جو بات دریافت کی ہے اس دریافت کو اس کی جہالت اور سفاہت پر محمول کیا جائے یا رسول دشمنی پر کیونکہ یہ دریافت اکابر دیوبند سے بالکل الگ تھلگ اور جداگانہ ہے۔ اکابر دیوبند نے نبی کریم ﷺ کے لئے بعض علوم غیبیہ کا اقرار کیا ہے انکار کل علوم غیبیہ سے ہے آیئے پہلے قرآن مجید سے حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کا ثبوت ملاحظہ فرمایئے:

ويكون الرسول عليكم شهيدا- اور یہ رسول تمہارے نگہبان وگواہ ہونگے۔

(سورۂ بقر پارہ ۲)

تفسیر عزیزی میں مذکورہ آیت کے ماتحت صاحب تفسیر نے لکھا ہے:-

رسول علیہ السلام مطلع است بہ نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال بد و نیک شمارا و اخلاص ونفاق شمارا۔ لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔

(ص ۶۳۴ مطبع حیدری ممبئی)

ترجمہ :- حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہونچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا

حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں لہٰذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

صاحب تفسیر خازن نے اسی مذکورہ آیت کے تحت اس طرح سے لکھا ہے:-

ثم يوتى لمحمد عليه السلام فيسأله عن حال امته فيز كيهم و يشهد بصدقهم. (جلد اول ص ۹۲ مطبع بيروت لبنان)

ترجمہ :- پھر قیامت میں حضور علیہ السلام کو بلایا جائے گا پس رب تعالیٰ حضور علیہ السلام سے آپ کی امت کے حالات پوچھے گا تو آپ ان کی صفائی کی اور ان کی سچائی کی گواہی دیں گے۔ وجئنابك علىٰ هولاء شهيدا (سورۂ نساء پارہ ۵ رکوع ۳)

ترجمہ :- اور اے محبوب تم کو ان سب پر نگہبان بنا کر لاویں گے۔

تفسیر نیشاپوری میں مذکورہ آیت کے تحت صاحب تفسیر رقمطراز ہیں:-

لان روحه عليه السلام شاهد على جميع الارواح والقلوب والنفوس لقوله عليه السلام اول ماخلق الله نوري۔

ترجمہ :- اسلئے کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفسوں کو دیکھنے والی ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے جو پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔

تفسیر مدارک میں اسی آیت کے تحت درج ہے۔

اى شاهد اعلى من امن بالايمان و على من كفر بالكفر و على من نافق بالنفاق (مدارك جلد اول ص ۳۵۸ على هامش الخازن)

ترجمہ :- حضور علیہ السلام گواہ ہیں مومنوں پر ان کے ایمان کے اور کافروں پر ان کے کفر کے اور منافقوں پر ان کے نفاق کے۔

مندرجہ بالا آیات اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام از روز ازل تا قیام قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان و نفاق و اعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں اس لئے آپ سب کے گواہ ہیں۔ گواہ اسی کو کہا جاتا ہے جس کو حالت و واقعات کا چشم دید علم ہو۔ یہی علم تو ہمارے نزدیک علم غیب ہے۔

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم۔

(سورۃ بقر رکوع ۲ پارہ ۲)

ترجمہ :- وہ کون ہے جو اس کے یہاں شفاعت کرے بغیر اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے تحت صاحب تفسیر لکھتے ہیں:-

یعلم محمد ﷺ مابین ایدیھم من اولیات الامر قبل الخلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ۔

ترجمہ :- حضور علیہ السلام مخلوق سے پہلے کے اولین معاملات بھی جانتے ہیں اور جو مخلوق کے بعد قیامت کے احوال ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے:-

یعلم محمد علیہ السلام مابین ایدیھم من الامور الاولیات قبل خلق اللہ الخلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ وفزع الخلق و غضب الرب۔ (روح البیان جلد اول ص ۴۰۳ مطبع بیروت)

ترجمہ :- حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے کے واقعات اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ بھی۔

مذکورہ آیت اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آیت الکرسی میں من ذالذی سے لیکر الا بماشاء تک تین صفات حضور علیہ السلام کے بیان ہوئے۔ باقی اول و آخر میں صفات الٰہیہ ہیں۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ خداوند قدوس کی بارگاہ میں کوئی بغیر اجازت کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا اور جن کو شفاعت کی اجازت ہے وہ حضور علیہ السلام ہیں اور شفیع کے لئے ضروری ہے کہ گنہگاروں کے انجام اور ان کے حالات سے واقف ہو۔ تاکہ نااہل کی شفاعت نہ ہو جائے اور مستحق شفاعت اس سے محروم نہ رہ جائیں۔ جیسے طبیب کے لئے ضروری ہے کہ قابل علاج اور لاعلاج مریضوں کو جانے۔ تو فرمایا گیا یعلم مابین ایدیھم اور جس کو ہم نے شفیع بنایا ہے اس کو تمام کا علم بھی دیا ہے۔ کیونکہ شفاعت کبریٰ کیلئے علم غیب لازم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام قیامت میں منافقین کو نہ پہچانیں گے یا حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہیں کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ بالکل غلط ہے افترائے محض ہے بدعت ضالہ ہے کہ اسلاف کرام شارحین ومفسرین کی روش کے خلاف ہے ان ظاہر بیں لوگوں کو محاسن ومحامد نظر نہیں آتے وہ نقائص ومعائب ہی تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں شیطان کے مکر وفریب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ (سورۃ نساء پارہ ۵ رکوع ۱۴)

ترجمہ :- اور تم کو سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

صاحب تفسیر کبیر نے آیت مذکورہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

انزل الله عليك الكتاب والحكم واطلعك على اسرار هما و واقفك على حقائقهما.

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن اتارا اور حکمت اتاری اور آپ کو ان کے بھیدوں پر مطلع فرمایا اور ان کی حقیقتوں سے واقف کیا۔

صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت رقمطراز ہیں:-

يعنى من احكام الشرع وامور الدين و قيل علمك من علم الغيب مالم تكن تعلم وقيل معناه علمك من خفيات الامور واطلعك على ضمائر القلوب وعلمك من احوال المنافقين وكيدهم.

(خازن جلد اول ص ۴۰۳ مطبع بیروت)

ترجمہ :- یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں سے وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکر وفریب آپ کو بتادیئے۔

صاحب تفسیر حسینی بحر الحقائق سے اسی آیت کے تحت نقل فرماتے ہیں:-

آں علم ماکان و مایکون ہست کہ حق سبحانہ در شب اسرا بداں حضرت عطا فرمود۔ چنانچہ درحدیث معراج ہست کہ من در زیر عرش بودم قطرہ درحلق می ریختند فعلمت ماکان و مایکون۔

ترجمہ :- یہ ماکان اور مایکون کا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے شب معراج میں حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا پس ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کرلئے۔

مذکورہ آیات اور تفاسیر سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دیدی گئی ہے۔ کلمۂ ما عربی زبان میں عموم کیلئے آتا ہے تو اسی آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں نہ تھا۔ سب ہی بتادیا۔ اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے مطلق کو مقید کرنا ہے جو قرآن وحدیث اور امت مسلمہ کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے۔ ہم نے یہاں طوالت سے بچنے کیلئے صرف چند آیتوں اور تفاسیر کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اب آیئے احادیث سے علم غیب کا ثبوت ملاحظہ فرمایئے۔

عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال— قال رسول الله ﷺ ان الله عزوجل قد رفع لى الدنيا فانا انظر اليها والى ماهو كائن فيها الىٰ يوم القيامة. كانما انظر الىٰ كِفَى هذه جليّان من امر الله عزوجل جلاه لنبيه كما جلاه للنبيين قبله. (جامع الاحادیث جلد ۴ ص ۳۸۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بیشک یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں اسے اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے میرے لئے تمام چیزیں روشن ہیں جیسے دیگر انبیاء کے

لئے روشن فرمائیں۔ مذکورہ حدیث سے صاف واضح ہو گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کو قیامت تک جو کچھ ہوگا سب چیزوں کا تفصیلی علم حاصل ہے اور اس طرح کا علم تمام انبیائے کرام کو حاصل رہا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

عن عمر قال قام فينار سول الله ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسيه من نسيه۔

(بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۵۳ مطبع رشیدیہ دہلی)

ترجمہ :- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور علیہ السلام نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا پس ہم کو ابتداء پیدائش کی خبر دیدی یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہونچ گئے اور جہنمی اپنی منزلوں میں۔ جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

مذکورہ حدیث پاک میں حضور سرور عالم ﷺ نے دو باتوں کی خبر دی ہے (۱) عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی (۲) عالم کی انتہا کس طرح ہوگی۔ یعنی از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ قطرہ سب کو جان لیا اور ہمیں بتا بھی دیا۔ یہ اور بات ہے کہ ان باتوں کو جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا اور جس نے فراموش کر دیا وہ بھول گیا۔

رایت ربی عزوجل فی احسن صورة فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدییَ فعلمت مافی السموات والارض۔

(مشکوة شریف ص ۶۹، ۷۰ مطبع رشیدیه دهلی)

ترجمہ :- ہم نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے سینے پر رکھا جس کی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی پس تمام آسمان و زمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔

مذکورہ حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے عاشق رسول اعلیٰحضرت فاضل بریلوی حدائق بخشش میں یوں رقمطراز ہیں

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اور اس کی رحمت سے زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ اور سب کی حقیقت کو جان لیا۔ اسی کا نام تو علم غیب ہے۔

عن انس قال قال عمران رسول الله ﷺ کان یرینا مصارع اهل بدر بالامس و یقول هذا مصرع فلان غداانشاء الله وهذا مصرع فلان غدا انشاء الله قال عمر والذی بعثه بالحق ما اخطاؤاحدودالتی حدها رسول الله ﷺ قال فجعلوافی بئربعضهم علیٰ بعض۔

(مشکوٰۃ ۵۴۳)

ترجمہ :- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ بدر سے ایک روز پہلے ہم لوگوں کو وہ تمام مقامات دکھا رہے تھے۔ جہاں بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والے مشرکین قتل ہوئے

چنانچہ آپ نے فرمایا دیکھو کل انشاء اللہ تعالیٰ یہاں فلاں مشرک گر کر مرے گا۔ اور کل انشاء اللہ تعالیٰ یہاں فلاں شخص قتل ہو کر گرے گا۔ حضرت عمر نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو مقامات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتا دئے تھے ان سے ذرا بھی تجاوز نہیں ہوا۔ یعنی وہ کافر اسی جگہ مارے گئے جو جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتادی تھی پھر ان کافروں کو کنوئیں کے اندر تلے اوپر ڈال دیا گیا۔

مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو معلوم تھا کہ کون کون مریگا (۲) کب مریگا (۳) اور کہاں مریگا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل یہاں فلاں شخص قتل ہوگا اور یہاں فلاں شخص مرے گا۔ آپ کے فرمان کے مطابق ویسا ہی ہوا ذرا بھی آگے پیچھے نہیں ہوا۔

عن ابی هريرة قال جاء ذئب الى راعى غنم فاخذ منها شاة فطلبه الراعى حتى انتزعها منه قال فصعد الذئب على تل فاقعى واتشفر وقال قد عمدت الى رزق رزقنيه الله اخذته ثم انتزعته منى فقال الرجل تالله ان رايت كاليوم ذئب يتكلم فقال الذئب اعجب من هذا رجل فى النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هوكائن بعدكم قال فكان الرجل يهوديا فجاء الى النبى ﷺ فاخبره واسلم۔

(مشکوٰۃ ص ۵۴۱ مطبع رشیدیہ دہلی)

ترجمہ:- حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے چرواہے کی جانب آیا پھر اس کے ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا لے گیا۔ چرواہے نے اس کا

پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ بکری کو اس سے چھین لیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلہ پر چڑھ کر اپنی دم پر بیٹھا اور بولا کہ میں نے اپنے رزق کا قصد کیا تھا جو مجھ کو خدا تعالیٰ نے دیا۔ میں نے اس پر قبضہ کیا تھا۔ لیکن اے چرواہے تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا چرواہے نے کہا خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا بولتا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ عجیب ان صاحب (یعنی حضور ﷺ) کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ) میں تشریف فرما ہو کر تم لوگوں سے ان تمام (غیبی) واقعات کو بیان کر رہے ہیں جو گزر چکے اور جو واقعات تمہارے بعد ہونے والے ہیں ان کو بھی بتاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ وہ چرواہا یہودی تھا بھیڑیئے سے یہ بات سن کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا واقعہ بیان کیا اور مسلمان ہو گیا۔

مذکورہ حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ جانور کا بھی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو ما کان وما یکون کا علم ہے۔

مولوی شبلی نعمانی نے تاریخ طبری کے حوالہ سے سرکار دو عالم ﷺ کے علم غیب کا اعتراف کیا ہے عبارت ملاحظہ فرمائیں:-

عمیر بن وہب قریش میں اسلام کا سخت دشمن تھا وہ اور صفوان بن امیہ حجرہ میں بیٹھے ہوئے مقتولین بدر کا ماتم کر رہے تھے صفوان نے کہا خدا کی قسم اب جینے کا مزہ نہیں عمیر نے کہا سچ کہتے ہو اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں سوار ہو کر جاتا اور محمد (ﷺ) کو قتل کر آتا میرا بیٹا بھی وہاں قید ہے صفوان نے کہا تم قرض کی اور بچوں کی فکر نہ کرو ان کا میں ذمہ دار ہوں عمیر نے گھر آ کر تلوار زہر میں بجھائی اور مدینہ پہونچا حضرت عمر نے اس کے تیور دیکھ لئے گلا دبائے اس کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے آپ نے فرمایا

عمر! چھوڑ دو عمیر قریب آ جاؤ پوچھا کس ارادے سے آئے؟ جواب دیا کہ بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں فرمایا تلوار کیوں حمائل ہے؟ عمیر نے کہا تلواریں بدر میں کس کام آئیں؟ فرمایا کیوں نہیں تم نے اور صفوان نے حجرہ میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی؟ عمیر یہ بات سنکر سناٹے میں آ گیا بے اختیار ہو کر بولا محمد (ﷺ) بیشک تم پیغمبر ہو بخدا میرے اور صفوان کے سوا اس معاملے کی کسی کو خبر نہ تھی قریش جو آنحضرت ﷺ کے قتل کی خبر سننے کے منتظر تھے انہوں نے عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر سنی۔

(سیرت النبی صفحہ ۳۳۵، ۳۳۶ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ)

فتح خیبر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے مولوی شبلی نعمانی نے سرکار دو عالم کے علم غیب کا اعتراف کس شان سے کیا ہے وہ عبارت ملاحظہ کیجئے:

تاہم اس قدر ضرور صحیح ہے کہ اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا جب مہم میں زیادہ دیر ہوئی تو ایک دن شام کو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل میں اس شخص کو علم دونگا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دیگا اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا کے رسول بھی اس کو چاہتے ہیں۔ یہ رات نہایت امید اور انتظار کی رات تھی صحابہ نے تمام رات اس بے قراری میں کاٹی کہ دیکھئے یہ تاج فخر کس کے ہاتھ آتا ہے حضرت عمر نے قناعت پسندی اور بلند نظری کی بنا پر کبھی حکومت اور سروری کی تمنا نہیں کی لیکن جیسا کہ صحیح مسلم باب فضائل علی میں مذکور ہے ان کو خود اعتراف ہے کہ اس موقع کی تمنا میں ان کی خودداری قائم نہ رہ سکی صبح کو دفعۃً یہ آواز کانوں میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی کیونکہ جناب موصوف کی آنکھوں میں آشوب تھا اور سب کو معلوم تھا کہ وہ جنگ سے معذور ہیں غرض حسب طلب وہ حاضر ہوئے

آنحضرت ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی جب ان کو علم عنایت ہوا تو انہوں نے عرض کی کہ کیا یہود کو لڑ کر مسلمان بنالیں؟ ارشاد ہوا کہ بہ نرمی ان پر اسلام کو پیش کرو اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام لائے تو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے.................حضرت علی نے جب تلوار ماری تو مرحب نے سپر پر روکا لیکن ذوالفقار خود اور سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی مرحب کے مارے جانے پر یہود نے جب عام حملہ کیا تو اتفاق سے حضرت علی کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی آپ نے قلعہ کا در جو سرتاپا پارۂ سنگ تھا اکھاڑ کر اس سے سپر کا کام لیا۔ اس واقعہ کے بعد ابو رافع نے سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اس کو اٹھانا چاہا تو جگہ سے بھی نہ ہل سکا.............صحیح مسلم میں حضرت علی ہی کو مرحب کا قاتل اور فاتح خیبر لکھا ہے اور یہی اصح الروایات ہے۔

(سیرت النبی صفحہ ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹)

لیکن صد افسوس کہ آج وہ انسان علم غیب کا انکار کرتا ہے جو رسول کی رسالت کا اقرار کرتا ہے اور ان کا کلمہ بھی پڑھتا ہے۔ خدا عقل سلیم دے ایسے انسانوں کو۔

علم غیب سے متعلق چند ضروری اور بنیادی باتیں

پہلی بات سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ علم غیب کسے کہتے ہیں؟ لہٰذا علم غیب کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔ علم غیب ان باتوں کے جاننے کو کہتے ہیں کہ جن کو بندے عادی طور پر اپنی عقل اور اپنے حواس سے معلوم نہ کر سکیں۔ صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہے:-

الغیب ھوالذی یکون غائباً عن الحاسۃ (جلد اول ص ۱۷۴)

ترجمہ :- غیب وہ ہے جو حاسہ سے پوشیدہ ہو۔

وضاحت :- معلومات دو طرح کے ہیں ایک وہ جو مشاہدات کہلاتے ہیں اور مبالغۃ اس پر شہادہ کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ دوم وہ جو مغیبات کہلاتے ہیں جسے مبالغۃ غیب کہا جاتا ہے۔

(ب) مشاہدات ان معلومات کو کہتے ہیں جو بذریعہ حواس خمسہ یعنی دیکھ کر یا چکھ کر، سونگھ کر سنکر اور چھو کر معلوم ہو سکے مثلاً خوبصورت، بدصورت، میٹھا کھٹا، خوشبو، بدبو، سریلی آواز بھدی آواز اور گرم، ٹھنڈا۔ اسی طرح وہ معلومات جو بداہت عقل سے بلاغور و فکر سمجھ میں آ جائے مثلاً کل بڑا ہے جز سے۔ دو جوڑ ہے۔ تین بے جوڑ ہے۔ جمال گوٹا دست آور ہے۔ اکبر ہندوستان کا ایک بادشاہ تھا۔ یا ایسی باتیں جو بلاغور خوض اچانک ذہن میں آ جائیں اور وہ حق ہوں۔ اسی طرح بھوک و پیاس اور جسمانی حالات۔

(ج) مغیبات اور غیب ان امور کو کہتے ہیں جو حواس سے مخفی ہوں اور بداہت عقل سے بھی معلوم نہ ہو سکیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات۔ جنت و جہنم اور احوال آخرت وغیرہ۔ (۱) بعض امور غیبیہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو کسی طرح کی رہنمائی نہ ہوئی کہ بندہ اسے جان سکے۔ ان ہی امور سے متعلق اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو کہ غیب کی کنجیاں سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ان امور کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (۲) بعض امور غیبیہ ایسے ہیں جنکی طرف اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم کے ذریعہ رہنمائی فرمائی۔ کہ بندہ عطائے الٰہی اور اپنی عقل سلیم سے نظر و فکر استدلال کے ذریعہ جانتا ہے اور ان کو حق مانتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی

ذات۔ اور صفات ازلیہ وابدیہ عالم کا حادث ہونا۔ قدیم نہ ہونا۔ دنیا عالم اسباب ظاہری کے ساتھ مربوط ہے اور سب کا موثر حقیقی اللہ کی ذات ابدی وازلی ہے وغیرہ وغیرہ یہ جملہ امور غیبیہ ہیں جن کو بندہ اپنی عقل سلیم سے بطور استدلال جانتا ہے (۳) بعض امور ایسے بھی ہیں جنکو بندہ اپنی عقل سلیم کے ذریعہ نہیں جانتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندے اور نبی و رسول کے ذریعہ ان کے وجود اور حقانیت کی خبر دیتا ہے اور بندوں کو صرف اور صرف نقل کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔ اور نقل ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو علم عطا فرماتا ہے مثلاً جنت دوزخ میزان حشر نشر حساب اعمال۔ سزا و جزاء یہ سارے امور غیب ہیں نقل سے بندوں کو معلوم ہوئے اور بندے اسکو حق جانتے ہیں۔

الحاصل سارے نظریات جو عقل سلیم کے ذریعہ مطابق واقعہ بندوں کو معلوم ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کا وجود۔ اس کے صفات ازلیہ وابدیہ کا ثبوت حدوث عالم۔ قدیم ہونے کی نفی۔ کائنات کا عالم اسباب سے بظاہر مربوط ہونا سارے عالم میں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہونا ہے۔ ان باتوں کو ہر مومن جانتا ہے اور ان کی حقانیت پر اسکا ایمان ہے اسی طرح جنت دوزخ قیامت حشر ونشر میزان عدل۔ حساب و کتاب وغیرہ وغیرہ ان سب امور کو مومن حق مانتا ہے اور ان سب کی حقانیت پر مومن ایمان و یقین رکھتا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ میں بالکل غیب نہیں جانتا تو اسکی اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نہ اللہ کو جانتا ہے۔ نہ صفات ازلیہ ابدیہ کو نہ عالم کے حدوث کو نہ جنت کو نہ دوزخ کو، نہ قیامت کو نہ حشر ونشر کو نہ میزان عدل وغیرہ کو تو ہر ادنی درجہ کا مومن یہ بتادیگا کہ یہ مسلمان ہی نہیں ہے بلکہ کافر و مرتد ہے۔ اسی لئے یومنون بالغیب مومنوں متقیوں کی صفت ہے کہ وہ غیب جانتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ غیب دانی اور اس پر ایمان کے بغیر کوئی انسان

مسلمان نہیں ہو سکتا ہے اسی آیت کے تحت تفسیر مدارک میں ہے کہ جو یہ کہے وہ غیب نہیں جانتا وہ مسلمان ہی نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر انسان غیب دان ہے کچھ تو عقل کے ذریعہ اور کچھ نقل کے ذریعہ۔ اور ایسے امور غیبیہ جو عقلاً یا نقلاً کسی ذریعہ معلوم نہ ہوں اسے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی فرد بشر نہیں جانتا۔

بیضاوی شریف میں آیت کریمہ یومنون بالغیب کو متقین کے اوصاف میں شمار کیا ہے ملاحظہ ہو: والایمان فی اللغة عبارة عن التصدیق ماخوذ من الامن کان المصدق أمن من التکذیب والمخالفة. واما فی الشرع فالتصدیق بما علم بالضرورة من دین محمد ﷺ کالتوحید والنبوة والبعث والجزاء. ومجموعه ثلاثة امور اعتقاد الحق والاقرار به والعمل بمقتضاه الحاصل ایمان کا مفہوم یہ ہے جو بات بالبداہۃ معلوم ہو کہ دین محمدی سے ہے اسکو حق جانے اور حق مانے نہ اسے جھٹلائے اور نہ اسکی مخالفت کرے بلکہ حق ہونے کا اعتقاد کرے اور زبان سے بھی اقراری ہو اور اسکے تقاضا کے مطابق عمل بھی کرے۔ مثلاً توحید و نبوت، بعث و جزا۔ سب پر ایمان ضروری ہے نیز اسی بیضاوی شریف صفحہ ۱۸ میں ہے الغیب مصدر وصف به للمبالغة کالشهادة فی قوله تعالی عالم الغیب والشهادة (الی ان قال) المراد به الخفی الذی لا یدرکه الحس ولا یقتضیه بداهة العقل وهو قسمان. (۱) قسم لا دلیل علیه وهو المعنی بقوله تعالی عنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو (۲). وقسم نصب علیه دلیل (عقلاً) کالصانع وصفاته (ونقلاً) والیوم الآخر واحواله

وهو المراد فی الایه (ای فی قوله یومنون بالغیب) الحاصل اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور یوم آخرت کے احوال جنت و نار جہنم وغیرہ سب غیب ہیں جن پر ایمان و تصدیق ضروری ہے۔ غیب جاننے سے انکار کا لازم یہ ہے کہ وہ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو جانتا ہے اور نہ حشر ونشر وقیامت کے احوال کو جانتا اور نہ ان سب کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ بغیر علم تصدیق واعتقاد باطل۔

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ کسی چیز کو جاننے کے بعد وہ غیب نہیں۔ یہ اسکی حماقت وجہالت ہے۔ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی عالم الغیب نہیں کیونکہ اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں وھو بکل شی علیم۔ اب رہ گئی یہ بات کہ ہر مومن غیب جانتا ہے۔ غیب جانے بغیر وہ مسلمان نہیں تو پھر ہر ایک کو غیب دان کیوں نہیں کہتے۔ تو اسکی مثال یہ ہے کہ ہر انسان کسی نہ کسی چیز کا مالک ہوتا ہے کم از کم تن بدن کے کپڑے یا لنگوٹ کا مالک ہے ہی۔ یہ سب مال میں شمار ہے۔ لیکن کوئی بھی کسی غریب انسان کو مالدار نہیں کہتا۔ بلکہ مالدار اور غنی صرف اسی کو کہتے ہیں جو کم از کم مالک نصاب ہو۔ اسی طرح ہر مومن بقدر ضرورت ایمان وتصدیق غیب جانتا ہے اس کو غیب دان نہیں کہا جاتا ہے۔ البتہ اولیاء اور انبیاء جو کثیر امور غیبیہ پر مطلع ہوئے ان کو امتیازی طور پر غیب دان کہتے ہیں۔ قرآن میں تلک من انباء الغیب نوحیه الیک. وما هو علی الغیب بضنین. ماکان الله لیطلعکم علی الغیب الا من ارتضی من رسول. انبیاء کرام اور رسولان عظام ان ہی امور غیبیہ کو جانتے ہیں جنکی اللہ تعالیٰ نے انہیں عقلاً اور نقلاً رہنمائی فرمائی لیکن امور غیر متناہی کو بالذات صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے دوسرا کوئی نہیں جانتا عنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو سے یہی ظاہر ہے اسی لئے اس پر عالم الغیب والشهادہ کا

اطلاق صحیح ہے۔ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کو اللہ تعالیٰ ماکان ومایکون میں سے ہر شئی کا علم عطا فرمایا۔ کائنات میں ان سے بڑا علم والا کسی کو پیدا نہیں فرمایا۔ اگر کوئی کسی کو حضور علیہ السلام سے زیادہ علم والا بتائے تو وہ گستاخ اور رسول کی کھلی توہین کرنے والا ہے جیسا کہ حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض میں فرماتے ہیں ہے: کما تقدم من قال فلان اعلم منه ﷺ فقد عابه و نقصه فهو ساب والحکم فیه حکم الساب من غیر فرق لانستثنی منه صورة۔

ترجمہ:- جیسا کہ گزر چکا کہ جس نے کہا کہ فلاں نبی کریم ﷺ سے زیادہ جاننے والا ہے تو اس نے نبی پر عیب لگایا اور ان کی توہین کی۔ یقیناً وہ گالی دینے والا ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو رسول کو گالی دینے والے کا ہے بغیر کسی فرق کے اور ہم کسی صورت کو اس سے مستثنیٰ نہیں کرتے ہیں۔

حکم الساب (یعنی نبی کریم کو گالی دینے والے کا حکم) شفاء شریف جلد دوم باب ثانی میں حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ ارشاد فرمایا: قد قدمنا ما هو سب واذی فی حقه ﷺ وذکرنا الاجماع علی قتل فاعل ذالك و قائله وتخئیر الامام فی قتله او صلبه علی ما ذکرناه وقرر نا الحجج علیه۔

ترجمہ:- جو کچھ ہم نے اس سے پہلے پیش کیا وہ نبی کریم ﷺ کے حق میں گالی ہے اور تکلیف دہ ہے جس کے فاعل اور قائل (یعنی نبی کو گالی دینے والا یا تکلیف پہونچانے والا) کے قتل پر علمائے کرام کا اجماع ہے اور امام وقت (حاکم اسلام) کو اس کے قتل اور سولی دینے پر اختیار حاصل ہے جیسا کہ ہم نے اس کو ذکر کیا اور دلائل سے ثابت کیا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشیں کرنے کی ہے کہ اہل سنت و جماعت رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب نہیں کہتے ہیں کیونکہ اس لفظ کا اطلاق غیر خدا کے لئے ممنوع ہے۔ ہاں ''غیب داں'' یا ''عالم غیب'' وغیرہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں کیونکہ ان الفاظ کا اطلاق ممنوع نہیں شریعت کی کتب معتمدہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ دونوں کا فرق واضح ہے کہ علم الٰہی لامتناہی ہے اور علم نبی متناہی ہے۔ رسول اللہ کا علم، عطیہ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی۔ خدائے برتر کا علم اس کی ذات اور ہر صفت کی طرح ازلی و ابدی ہے اور مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کا علم، ان کی ذات اور ان کی ہر صفت کی طرح حادث ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت اس بات کے قائل ہیں کہ رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا اور سرکار دو عالم نے لیا۔ گویا خدا نے دیا اور مصطفیٰ نے لیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس لینے اور دینے کا اظہار و بیان میں اہل سنت و جماعت حد درجہ ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ یعنی ہمارے پاس نہ تو کوئی ایسی ترازو ہے کہ جس سے علم مصطفیٰ کو تولا جائے اور نہ ہی کوئی ایسا پیمانہ ہے کہ جس میں ناپا جائے کیونکہ علم تو ''مقولہ کیف'' سے ہے جسے نہ تولا جا سکتا ہے اور نہ ہی ناپا جا سکتا ہے اتنا اتنا ایں قدر آں قدر یہ سب ہماری نظر میں علم نبی کیلئے صرف بکواس ہے اور گستاخ رسول کے الفاظ ہیں نہ تو ہم خزانۂ الٰہی کو جانتے ہیں اور نہ ہی وسعت دامان مصطفیٰ کو بس دینے والا خدا جانے اور لینے والا مصطفیٰ جانے کیونکہ ہمارا اعتقاد اور ایمان ہے

لا یمکن الثنا کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

چوتھی بات یہ ہے کہ نبی اپنی امت سے صرف علم ہی میں ممتاز نہیں ہوتے بلکہ علم و عمل دونوں ہی میں ممتاز ہوتے ہیں امت کا کوئی بھی فرد میرے سرکار سے عمل میں بھی مساوی تو ہو ہی نہیں سکتا بڑھنے کا کیا سوال۔

پانچویں بات یہ کہ نبی کا جو بھی علم ہے وہ سب خدا کا ہی دیا ہوا ہے۔ اگر نبی کیلئے ایک ذرہ کا علم ایسا مانا جائے کہ یہ وہ علم ہے جو خدا کے دیئے یا بتائے بغیر نبی کو حاصل ہے تو یہ کھلا شرک ہے۔ اس لئے ہم بانگ دہل کہتے ہیں کہ خدا کا علم ذاتی ہے اور مصطفیٰ کا علم عطائی ہے۔ ذاتی اور عطائی کا فرق ہمیشہ ملحوظ خاطر رہنا چاہئے۔

چھٹی بات یہ کہ جہاں کہیں بھی آیات قرآنی واحادیث نبوی سے علم غیب کا انکار لازم آتا ہے وہاں سمجھ لینا چاہئے کہ علم غیب ذاتی کا انکار ہے۔

اگر آپ حضرات نے ان بنیادی باتوں کو ذہن نشیں کر لیا اور ہمیشہ یاد رکھا تو مسئلہ علم غیب میں کبھی بھی ذہنی وفکری خطا کے شکار نہ ہوں گے اور نہ ہی کوئی دشواری سامنے آئے گی اس وضاحت کے بعد اب کسی دوسری دلیل کی حاجت باقی نہ رہی۔ مگر آج ہم ہندی کی چندی کر دینا مناسب سمجھتے ہیں اسلئے ایک ایسی آیت پیش کر رہے ہیں کہ اس سے عربی زبان کی نزاکت اور بلاغت کا اندازہ ہو جائے گا۔ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

وما هو على الغيب بضنين۔

(سورۂ تکویر پارہ ۳۰ رکوع ۶)

اور وہ یعنی محمد رسول اللہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔

اگر آپ حضرات آیت کا صحیح مفہوم جاننا چاہتے ہیں تو پہلے لفظ بخل کا استعمال اور اطلاق ملاحظہ فرمایئے۔ بخل کا مثبت پہلو ہو یا منفی پہلو دونوں صورت میں سرمایہ دار اور

صاحب ثروت کیلئے استعمال ہوگا غریب ونادار کیلئے ہرگز لفظ بخل کا استعمال نہیں ہوگا۔ مثلاً کسی نے کہا کہ ”گاؤں کے مکھیا صاحب بخیل نہیں ہیں، یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کہنے والے نے مکھیا صاحب کو صاحب دولت وثروت تصور کیا اور انہیں مالدار جانا اور انہیں سخی وفیاض مانا اس کے برخلاف اگر اسی شخص نے یہ کہا کہ ”گاؤں کے مکھیا صاحب بخیل ہیں“ تو اس جملے سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ مکھیا صاحب مالک دولت وثروت ضرور ہیں لیکن طبیعت فیاض نہیں ہے اسلئے بخل سے کام لیتے ہیں۔ مثبت اور منفی دونوں صورتوں میں مکھیا صاحب کا غنی اور مالدار ہونا ثابت ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لفظ بخل مفلس ونادار کی صفت نہیں بن سکتا ہے اس کو آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بکر بہت بخیل ہے اس کا معنی یہ ہے کہ خدا نے بکر کو دولت دی ہے تجوری بھری ہے بینک بیلنس بہت ہے مگر فیاضی اور سخاوت اسکی طبیعت میں نہیں ہے بلکہ ہمیشہ بخل سے کام کرتا ہے، مگر اس کا بھائی عمر اس کے برعکس ہے وہ بخیل نہیں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ عمر کو خدا نے دولت دی ہے اور وہ خدا کی دی ہوئی دولت کو دوسروں پر خرچ کرتا ہے۔ وہ بہت ہی فیاض اور سخی ہے دونوں صورتوں میں بکر وعمر دونوں کو غنی و سرمایہ دار ہی ماننا پڑیگا۔

بس ایسے ہی خدا فرماتا ہے کہ میرا محبوب غیب کا علم رکھتا ہے اور غیب کی باتوں کو جانتا ہے اور غیب کی باتوں کو بتانے میں بخیل نہیں ہے۔

سوال (۴):- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و موجود ہونا جسمانی طور پر ثابت ہے یا نہیں ہے؟

یا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا ہر وقت ہر جگہ حاضر و موجود ہونا ثابت ہے یا نہیں ہے؟

جواب:- دیوبندی وکیل جو اپنے آپ کو بہت بڑا علامہ اور مولانا تصور کرتا ہے اور اپنی برادری میں اپنے آپ کو بہت کچھ باور کرانے کی سعی پیہم کرتا ہے اسکی جہالت اور سفاہت کا اندازہ مذکورہ دونوں سوالوں سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و موجود ہونا جسمانی طور پر ثابت ہو جائے گا تو روحانی طور پر بدرجۂ اتم ثابت ہوگا کیونکہ روح کے بغیر جسم کے اندر کوئی حرکت ہو ہی نہیں سکتی۔ بہر کیف مذکورہ دونوں سوالوں سے دیوبندی وکیل اور اسکے برادران کے مبلغ علم کا پتہ چل گیا کہ وہ لوگ کتنے پانی میں ہیں۔ سوال کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و موجود ہونا جسمانی طور پر ثابت ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اس مفہوم کو یوں بیان فرماتا ہے۔

یـا یھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا۔ (سورۂ احزاب پارہ ۲۲ رکوع ۳)

ترجمہ:- اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر

اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

مذکورہ آیت میں شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں اور حاضر و ناظر بھی۔ گواہ کو شاہد اسلئے کہتے ہیں کہ وہ موقع پر حاضر رہتا ہے۔ حضور علیہ السلام کو شاہد یا تو اس لئے فرمایا گیا کہ آپ دنیا میں عالم غیب کو دیکھ کر اس کی گواہی دے رہے ہیں۔ ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے۔ یا اسلئے کہ قیامت میں تمام انبیا کی عینی گواہی دیں گے۔ یہ گواہی بغیر دیکھے ہو نہیں سکتی کیونکہ گواہی کا دستور اور ضابطہ یہ ہے کہ گواہ موقع واردات پر موجود ہو اور واقعہ کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ بھی کرتا ہو جبھی وہ گواہ کہلائے گا۔ اس ضابطے کے تحت ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام ساری چیزوں کو دیکھ رہے ہیں۔ جب دیکھ رہے ہیں تو انکا حاضر و ناظر (موجود) ہونا جسمانی طور پر ثابت ہوا۔

اسی طرح حضور کا مبشر و نذیر اور داعی الی اللہ ہونا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سن کر لیکن حضور علیہ السلام نے دیکھ کر۔ اسی لئے معراج صرف حضور کو ہوئی۔

سراج منیر آفتاب کو کہتے ہیں وہ عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود آپ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ مذکورہ آیت کے ہر ایک کلمہ سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے۔

اسی طرح سے دوسری آیت میں بھی اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے۔

وکذالک جعلنکم امتہ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ (سورۂ بقر پارہ ۲ رکوع ۱)

ترجمہ:- اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم

لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔

ان دونوں آیتوں کے علاوہ تیسری آیت میں بھی اس بات کا ذکر ہے۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بك علیٰ هولاء شهیدا۔

(سورۂ نساء پارہ ۵ رکوع ۳)

ترجمہ :- تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تم کو ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔

صاحب تفسیر نیشاپوری نے آیت مذکورہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

لان روحه علیه السلام شاهد علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس بقوله علیه السلام اول ماخلق الله نوری اس لئے کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفوس کو دیکھنے والی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے تحت درج ہے۔

و اعلم انه یعرض علی النبی علیه السلام اعمال امته غدوة و عشیة فیعرفهم بسیما هم اعمالهم فلذلك یشهد علیهم۔

(جلد دوم ص ٢١١ مطبع بیروت)

ترجمہ :- حضور علیہ السلام پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں اور ان کے اعمال کو بھی اسلئے آپ ان پر گواہی دیں گے۔

تفسیر مدارک میں اسی آیت کے تحت تحریر ہے۔

ای شاهد علی من امن بالایمان و علی من کفر بالکفر و علی من نافق بالنفاق۔ (مدارک جلد اول ص ۳۵۸ علی حاشیہ الخازن مطبع بیروت)

ترجمہ :- حضور علیہ السلام گواہ ہیں مومنوں پر ان کے ایمان کے اور کافروں پر ان کے کفر کے اور منافقوں پر انکے نفاق کے۔

مذکورہ بالا تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام از روز اول تا قیام قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان و نفاق نیز اعمال وغیرہ سب چیزوں کو جانتے ہیں۔ اسلئے آپ سب کے گواہ ہیں۔ جب آپ سب کے گواہ ہیں تو ضابطہ کے مطابق آپ حاضر بھی ہیں اور غیب داں بھی ہیں۔

ان آیتوں اور تفسیروں میں میدان محشر کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کی امتیں عرض کریں گی کہ اے اللہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہونچائے تھے۔ انبیاء کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہونچا دیئے تھے اور اپنی گواہی کیلئے امت مصطفیٰ علیہ السلام کو پیش کریں گے ان کی گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا۔ تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو۔ یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جائے گی آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ نبیوں نے تبلیغ کی۔ دوسری یہ کہ میری امت کے لوگ قابل گواہی ہیں۔ بس مقدمہ ختم۔ انبیاء کرام کے حق میں ڈگری ہو جائے گی۔ اگر حضور علیہ السلام نے گزشتہ انبیاء کی تبلیغ اور آئندہ اپنی امت کے حالات کو خود چشم حق بیں

سے ملاحظہ نہ فرمایا تھا تو آپ کی گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی جیسی جرح امت کی گواہی پر ہوئی تھی معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھ کر دی گئی تھی اور پہلی سنکر۔ اس سے آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم.

(سورۃ توبہ پارہ ۱۱ رکوع ۵)

ترجمہ :- بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اس آیت سے تین طرح حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے **اول** یہ کہ جاءکم میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور علیہ السلام تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور علیہ السلام بھی ہر جگہ موجود ہیں اگر یہ معنی نہیں ہوتا تو لفظ جاءکم کیوں ارشاد ہوتا؟ **دوم** یہ فرمایا گیا من انفسکم تمہارے نفسوں میں سے ہیں یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے ایسے ہی حضور علیہ السلام ہر مسلمان کے افعال و کردار سے مکمل طور سے باخبر ہیں۔ اگر آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو منکم کافی تھا من انفسکم کیوں ارشاد ہوا؟ **سوم** یہ فرمایا گیا عزیز علیه ما عنتم ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہمارے راحت و تکلف کی ہر وقت حضور کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو

تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ یہ کلمہ بھی حقیقت میں انفسکم کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو روح کو تکلیف اسی طرح تم کو دکھ درد ہو تو آقائے دو عالم ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ انکی الفت و محبت ہی کی بات ہے کہ امت کی تکلیف سے انہیں تکلیف ہوتی ہے یہ سب ان کے کرم اور نوازش کی بات ہے ورنہ ہم اس قابل کہاں؟ اس میں خدا کی رحمت بھی شامل ہے کہ رب قدیر نے ہمیں ایسے پیغمبر کی امت میں پیدا کیا۔ جو ہمہ وقت امت کے غمگسار ہیں رب کی مرضی اور مشیت بھی وہی ہے کہ اے لوگو! جب تم سے کوئی خطا سرزد ہو تو انکی طرف رجوع کرو اور اللہ سے معافی چاہو۔ قرآن کا فرمان ہے:-

ولو انهم اذظلموا انفسهم جاوك فاستغفروا الله و استغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما. (سورۃ نساء پارہ ۵ رکوع ۶)

ترجمہ :- اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اسی آیت سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگیں اور حضور اپنے کرم کریمانہ سے شفاعت فرمادیں۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ گنہگار امتی مدینہ پاک میں حاضر ہوں۔ اگر یہی مفہوم مرادلیا جائے تو پھر ہم فقیر پردیسی گنہگاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہوگی؟ مالدار بھی عمر میں ایک دو بار ہی پہونچ پاتے ہیں اور گناہ دن رات کرنے کا امکان ہے۔

لہٰذا تکلیف مافوق الطاقۃ ہوگی۔لہٰذا آیت مذکورہ کا واضح مطلب یہی ہوا کہ وہ تو تمہارے پاس موجود ہیں تم غائب ہو تم بھی حاضر ہو جاؤ یعنی سرکار دو عالم ﷺ کے چہرۂ انور کا تصور کرلو۔اور ان سے مخاطب ہو کر یوں عرض کرو کہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ ہم گنہگار سیاہ کار آپ سے شفاعت چاہتے ہیں بارگاہ جبار و قہار میں ہماری مغفرت کی سفارش فرمادیں۔آیت مذکورہ سے یہی اعتقاد اور نظریہ ثابت ہوتا ہے اور یہی کلام کا ماحصل ہے۔اسی آیت کی ترجمانی کرتے ہوئے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رقمطراز ہیں۔

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ

پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

ہمارے آقا و مولیٰ سرکار مصطفیٰ ﷺ ہم سے اتنے قریب ہیں کہ ہماری جان سے بھی زیادہ قریب ہیں قرآن شاہد ہے۔

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم۔

(سورۃ احزاب پارہ ۲۱ رکوع ۱۷)

ترجمہ :- نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے قریب ہیں۔

اسی آیت کی وضاحت کرتے ہوئے سربراہ دار العلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' کے صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ آیت میں اولیٰ کے معنی قریب تر تو آیت کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے زیادہ قریب نبی علیہ السلام ہیں اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے اس زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں

آتے۔(تحذیر الناس)۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

امام قسطلانی اپنی کتاب ''شرح بخاری'' جلد ۳ ص ۳۹۰ کتاب الجنائز میں لکھتے ہیں:-

فقیل یکشف للمیت حتی یر النبی علیہ السلام وھی بشری عظیمۃ للمومن ان صح۔

ترجمہ :- کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھادیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی علیہ السلام کو دیکھتا ہے اور مسلمان کیلئے بڑی خوشخبری ہے اگر (یہ روایت) صحیح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر میں حضور علیہ السلام کا دیدار کرا کر سوال ہوتا ہے کہ تو اس ذات کے بارے میں کیا کہہ رہا تھا جو تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ھذا اسم اشارہ قریب کیلئے ہے اسم اشارہ اس بات پر دلیل ہے کہ جمال جہاں آرا کو قریب سے قریب تر دکھائی دیتا ہے پھر نکیرین سوال کرتے ہیں۔اسی لئے اولیاء کرام اور عشاق رسول موت کی تمنا کرتے ہیں اور قبر کی پہلی رات کو دولہا کے دیدار کی رات سے تعبیر کرتے ہیں۔اعلیٰحضرت فرماتے ہیں

جان تو جاتے ہی جائیگی قیامت یہ ہے

کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

اسی مضمون کو حضرت مولانا آسی سکندر پوری علیہ الرحمۃ یوں بیان فرماتے ہیں

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی

جس کے جویاں تھے ہے اس گل کی ملاقات کی رات

مذکورہ حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں کیونکہ ایک وقت میں ہزاروں مردے دفن ہوتے ہیں اور ہر جگہ نکیرین پہونچ کر مردے سے سوال کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام وہاں جلوہ گر رہتے ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی نے ''امداد السلوک'' کے صفحہ ۱۰ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے:-

ہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیك مکان نیست پس ہر جاکہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم دارد ہر وقت شیخ رابیاد داردتا ربط قلب پیدا آید و ہردم مستفید بود۔ مرید درحال واقعہ محتاج شیخ بودشیخ رابقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ القاء خواہد کرد مگر ربط تام شرط است و بسبب ربط قلب شیخ رالسان قلب ناطق می شود بسوئے حق تعالیٰ راہ می کشاید و حق تعالیٰ اورامحدث می کند۔

ترجمہ:- مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ قید نہیں ہے۔مرید جہاں بھی ہو دور یا نزدیک اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت دور نہیں۔جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے تا کہ دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ کی حالت میں پیر کا محتاج رہتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے پیر کی روح اللہ کے حکم سے ضرور القا کرے گی۔مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور

حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے۔اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کردیتا ہے۔

مذکورہ عبارت سے حسب ذیل مسائل کا ثبوت فراہم ہوا۔

(۱) پیر کا مرید کے پاس حاضر و ناظر ہونا (۲) مرید کا تصور شیخ میں رہنا (۳) پیر کا حاجت روا ہونا (۴) خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مرید کا مانگنا (۵) پیر کا مرید کو کوئی چیز القا کرنا (۶) پیر کا مریدوں کے اذہان وقلوب پر تصرف کرنا۔

مسلمانو! جب دیوبندی مذہب کے سربراہ و پیر کے عقیدہ کے مطابق شیخ میں یہ طاقتیں ہو سکتی ہیں تو جو ملائکہ اور انسانوں کے شیخ الشیوخ ہیں جو سید الانبیاء ہیں جو محبوب پروردگار ہیں جو باعث تخلیق کائنات ہیں ان میں یہ صفات کیونکر نہیں ہو سکتی ہیں۔اس عبارت نے تو مخالفین کے سارے سوالات پر پانی پھیر دیا اور بریلوی مسلک کی حقانیت کو ثابت کر دیا۔

سوال (۵):- کسی بھی مجلس کے ختم کے وقت رواجی قیام وسلام کا طریقہ قرآن وحدیث اجماع امت اور امام اعظم ابوحنیفہ کے قول سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب :- دیوبندی وکیل نے سوال میں مجلس کی تخصیص نہیں کی ہے بلکہ اسے عام سے عام تر کر دیا ہے ''کسی بھی مجلس''، مجلس دینی بھی ہوتی ہے اور غیر دینی بھی۔ غیر دینی مجلس جیسے سیاسی مجلس کاروباری مجلس وغیرہا ان مجلسوں میں غیر شرعی امور کا ارتکاب ہوتا ہے اسلئے ایسے مجلسوں میں قیام وسلام کا کیا سوال؟ رہا سوال دینی اور مذہبی مجلسوں کا۔ ان مجلسوں میں اللہ اور اللہ کے رسول کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جہاں اللہ اور اللہ کے رسول کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اس طرح کی مجلسوں میں بسا اوقات قیام وسلام ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا ہے۔ البتہ مجلس میلاد میں قیام وسلام بالالتزام ہوتا ہے۔ لیکن دیوبندی وکیل نے اپنی روش اور اپنے پرکھوں کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے سوال میں ''کسی بھی مجلس'' سے متعلق قیام وسلام کا جواز اور ثبوت دریافت کیا ہے جبکہ معمول اس کے برخلاف ہے۔ قیام و سلام صرف مذہبی مجلسوں اور میلاد پاک کے جلسوں میں ہوتا ہے سوال کے تیور سے دل اور نیت کی کھوٹ صاف ظاہر ہے بہر کیف میں یہاں کوئی طول طویل تحریر نہیں پیش کرونگا صرف قیام کے اقسام بیان کرونگا اور سلام کا جواز پیش کرونگا جس سے مسئلہ خود واضح ہو جائے گا۔

قیام کے اقسام :- فقہاء کرام نے قیام کی چھ قسمیں بیان کی ہیں ان تمام

قسموں کو میں یہاں تفصیل سے بیان کر دیتا ہوں جس سے قیام میلاد کا حال خود بخود دیکھ میں آجائے گا۔

(۱) قیام جائز (۲) قیام فرض (۳) قیام سنت (۴) قیام مستحب (۵) قیام مکروہ (۶) قیام حرام۔

(۱) قیام جائز :- دنیاوی ضروریات کیلئے کھڑا ہونا اس کی سیکڑوں مثالیں ہیں کھڑے ہو کر کام کرنا۔ جیسے عمارت بنانا، بچوں کو کلاس میں پڑھانا، ڈائس پر کھڑے ہو کر لیکچر دینا۔ تقریر کرنا وغیرہ وغیرہ۔

(۲) قیام فرض :- پنج وقتہ فرض نماز اور واجب نماز میں قیام فرض ہے اگر کوئی شخص قیام کی قدرت رکھتے ہوئے بیٹھ کر نماز ادا کریگا تو یہ نماز نہ ہوگی۔

(۳) قیام سنت :- چند موقعوں پر کھڑا ہونا سنت ہے۔ اولاً کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا۔ اسی لئے آب زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ پاک کے سامنے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا سنت ہے۔ عالمگیری جلد اول کتاب الحج آداب زیارت قبر النبی علیہ السلام میں ہے۔

ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ و یمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ۔

(ص ۲۶۵ مطبوعہ بیروت ولبنان)

ترجمہ :- روضۂ مطہرہ کے سامنے ایسے کھڑے ہو جیسے کہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور اس جمال پاک کا نقشہ ذہن میں جمائے گویا کہ سرکار اپنی قبر انور میں آرام فرما ہیں اس کو جانتے ہیں اور اس کی بات سنتے ہیں۔

اسی طرح عام مومنین کی قبروں پر فاتحہ پڑھے تو قبلہ کو پشت اور قبر کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہیے۔ ثانیاً جب کوئی دینی پیشوا آئے تو اسکی تعظیم کیلئے کھڑا ہو جانا سنت ہے اسی طرح جب کوئی دینی پیشوا سامنے کھڑا ہو تو اس کیلئے کھڑا رہنا سنت اور بیٹھا رہنا بے ادبی ہے۔ مشکوٰۃ جلد اول کتاب الجہاد میں ہے کہ جب سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے انصار کو حکم دیا قوموا الیٰ سیدکم اپنے سردار کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ قیام تعظیمی تھا۔ ثالثاً جب کوئی اپنا پیارا کہیں سے آجائے تو اس کی خوشی میں کھڑا ہو جانا ہاتھ پاؤں چومنا سنت ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الادب باب المصافحہ میں ہے:

وعن عائشة قالت قدم زيد بن حارثة المدينة ورسول الله ﷺ فى بيتى فاتاه فقرع الباب فقام اليه رسول الله ﷺ عريانا يجر ثوبه والله مارايته عريانا قبله ولا بعده فاعتنقه و قبله رواه الترمذى۔

(مشکوٰۃ ص۴۰۲ مطبع رشیدیہ دہلی)

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ زید بن حارثہ مدینہ آئے اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے وہ حضور کے پاس آئے تو دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف برہنہ چلے اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے۔ بخدا میں نے آپ کو برہنہ

دیکھا نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد۔ تو حضور نے انہیں گلے لگایا، انہیں چوما۔

رابعاً جب کسی پیارے کا ذکر سنے یا کوئی اور خوشی کی خبر سنے تو اسی وقت کھڑا ہو جانا سنت صحابہ و سنت سلف ہے مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل ثالث میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو صدیق اکبر نے ایک خوش خبری سنائی تو میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ ہی اس لائق ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

فقمت اليه و قلت بابى انت وامى انت احق بها

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورۃ فتح زیر آیت محمد رسول اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت سے علماء موجود تھے۔ اسی مجلس میں ایک نعت خواں نے نعت کے دو شعر پڑھے شعر کی مقبولیت اور پسندیدگی پر امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے۔

فعند ذلك قام الامام السبكى و جميع من فى المجلس فحصل انس عظيم بذالك المجلس۔

(سورۃ فتح جلد نہم ص ۵۶ مطبع بیروت)

خامساً اگر کوئی کافر اپنی قوم کا پیشوا ہو اور اس کے اسلام لانے کی امید ہو تو اس کے آنے پر اس کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا سنت ہے چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کیلئے حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر ان کو اپنے سینۂ مبارک سے لگایا۔

(۴) قیام مستحب :- نوافل نماز میں کھڑا ہونا مستحب ہے اور بیٹھ کر بھی جائز لیکن کھڑے ہوکر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے۔

(۵) قیام مکروہ :- چند موقعوں پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اولاً آب زمزم اور وضو کے علاوہ اور پانی کو پیتے وقت کھڑا ہونا بلا عذر مکروہ ہے۔ ثانیاً دنیادار کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا مکروہ ہے ثالثاً کافر کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا اسکی مالداری کی وجہ سے مکروہ ہے۔

(۶) قیام حرام :- کوئی بدمذہب فاسق آدمی جو اپنی تعظیم وتکریم بالقصد کرانا چاہتا ہو اسکی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا حرام ہے اسی طرح سے اگر کوئی فاسق وفاجر بڑا آدمی درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے آس پاس دست بستہ کھڑے ہوں تو اس طرح بحیثیت تعظیم کھڑا ہونا سخت منع اور حرام ہے۔

مذکورہ تحقیق انیق کے بعد صاف واضح ہوگیا کہ میلاد پاک میں ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا سنت صحابہ اور سنت سلف صالحین ہے احادیث اور سیرت طیبہ سے ثابت ہے۔ کیونکہ ہم سنت قیام کی وضاحت میں چوتھا قیام وہ بتا چکے ہیں کہ جو خوشی کی خبر پا کر یا کسی پیارے کے ذکر پر قیام ہو اسی طرح سے پہلا قیام جس کا ذکر اوپر ہو چکا کہ جو کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کیلئے ہو۔

مسلمانو! ذرا ٹھنڈے دل سے سینے پہ ہاتھ رکھ کر سوچو کہ ذکر ولادت مصطفیٰ سے بڑھ کر مسلمان کیلئے کون سی چیز باعث مسرت ہوسکتی ہے۔ جب کوئی ذاکر یا مقرر حضور کی ولادت بیان کرتا ہے اور اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب شکم مادر سے باہر تشریف لائے تو آپ نے سر سجدے میں رکھ کر باختیار پکارا رب ھب لی

امتی رب ھب لی امتی اے اللہ میری امت کو بخش دے اے اللہ میری امت کو بخش دے۔ جب کوئی شیدائی اور فدائی ان کا یہ مژدہ جاں فزا سنتا ہے تو بے خودی کے عالم میں وہ مچلنے لگتا ہے اور مسرت وشادمانی کا اظہار کرنے لگتا ہے۔

یہ بات بھی صد فیصد درست ہے کہ ذکر نبی سے ایمان تازہ ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ محبت الفت اور عقیدت میں اضافہ ہونے لگتا ہے اور دل مضطرب کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی یوں رقمطراز ہیں

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے
(حدائق بخشش)

ذکرِ میلاد رسول درحقیقت ذکر خدا ہے شفا شریف میں ابن عطا سے منقول ہے:-

جعلت ذكرك من ذكري فمن ذكرك ذكرني۔

ترجمہ :- خدائے پاک ارشاد فرماتا ہے کہ اے محبوب میں نے تیرے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ہے۔ تو جس نے تیرا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

''**التنویر فی مولد السراج المنیر**'' میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضور کے واقعات ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجالا رہے تھے۔ اور آنحضرت پر صلوٰۃ وسلام بھیج

رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرت تشریف لے آئے۔ اور آپ نے فرمایا تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت کے ہمراہ حضرت عامر انصاری کے مکان کی طرف گزر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کے واقعات ولادت بیان کر رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن جس میں حضور اس عالم میں رونق افروز ہوئے) آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا نجات پائے گا۔ امام احمد بن حنبل ۹ ربیع الاول کو کھجوریں تقسیم فرماتے تھے کہ یہ نبی کریم کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ سیدنا امام اعظم و امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کی ولادت کے دن ستو اور کھجوریں تقسیم کرتے تھے۔ حضرت امام حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں اسے بھی میلاد مصطفیٰ کی نذر کر دیتا۔ اسی طرح حضرت معروف کرخی نے فرمایا، جس شخص نے میلاد النبی کی تعظیم کیلئے لوگوں کو جمع کیا کھانا کھلایا۔ چراغاں کیا نئے کپڑے زیب تن کئے اور خوشبو لگائی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نبیوں کی رفاقت عطا کرے گا اور اس کا مقام اعلیٰ علیین ہوگا المصداق سالنامہ حیدر آباد ص ۲۱-۲۲ اسی طرح کا مضمون **النعمة الكبرىٰ** میں بھی ہے۔ جن کو مزید تفصیل کی حاجت ہو مذکورہ کتاب کا مطالعہ کر سکتے ہیں انعقاد میلاد اور صلوٰۃ و سلام کا ثبوت پیش کرتے ہوئے ماہر رضویات ڈاکٹر مسعود احمد صاحب رقمطراز ہیں:-

سارا عالم میلاد پاک کی خوشی میں سجایا گیا ہے۔ ہم مانیں نہ مانیں ان کے وجود

مبارک سے ہمارا وجود ہے۔ وہ سارے عالم کے سرتاج ہیں۔ ان کے ظہور قدسی کا جشن عالم بالا میں اسی وقت منایا گیا جب وہ دنیا میں تشریف نہ لائے تھے کم و بیش ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء علیہم السلام اس جشن میں شریک تھے، پھر ہر نبی نے اپنی اپنی حیات ظاہری میں جشن ولادت باسعادت منایا اور آخری جشن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے منایا اور بھری محفل میں اس طرح آپ کی آمد کا اعلان فرمایا۔ پھر جب سرور عالم ﷺ تشریف لے آئے تو جشن ولادت منایا گیا۔ سن ۹ ہجری میں غزوہ تبوک سے واپسی پر سرکار دو عالم ﷺ کی اجازت سے آپ کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سامنے بھری محفل میں عربی میں منظوم مولود نامہ پیش کیا (۱) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے خود حضور انور ﷺ نے مسجد نبوی شریف میں منبر بچھایا آپ نے نعتیہ قصائد پیش کئے (۲) حضور اکرم ﷺ نے دعاؤں سے نوازا یہ ساری باتیں احادیث میں موجود ہیں۔ انہیں مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے جلیل القدر علماء و عرفاء نے جشن منایا۔

محدث جلیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محفل میلاد منعقد کرتے تھے اور کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کرتے تھے (۳) عارف کامل حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے جس روز سرور عالم ﷺ کی زیارت فرمائی اس روز اہل خانہ کو جشن منانے اور قسم قسم کے کھانے پکانے کا حکم دیا (۴) بیشک محفل عید میلاد النبی ﷺ قائم کرنا سنت الٰہی بھی ہے سنت رسول بھی سنت انبیاء بھی ہے۔ سنت صحابہ بھی سنت علماء و عرفاء بھی ہے۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ جو اللہ کو نہیں مانتا جو رسولوں کو نہیں مانتا جو علماء و صلحاء کو نہیں مانتا وہی انکار کر سکتا ہے۔

(عید میلاد النبی کا بنیادی مقدمہ ص ۱۸۳-۱۸۴ مطبوعہ پاکستان)

مجلسِ مولود، سلام و قیام صدہا سال سے ممالک اسلامیہ میں رائج ہے۔حرمین طیبین مکہ معظمہ، مدینہ منورہ جو کہ دین و ایمان کا مرجع ہے وہاں کے اکابر علماء کرام اور چاروں مذاہب کے مفتیان عظام مدتہامدت سے اس فعل کا فاعل اور عامل اور قائل رہے ہیں ائمہ معتمدین نے اس فعل کو بلاشبہ مستحب و مستحسن ٹھہرایا نیز عرب و عجم کے علماء نے اسے اپنایا تو اس کے جواز و استحباب پر اجماع ہو گیا اور جو امر اجماع امت سے ثابت ہو وہ حق ہے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرتی۔مزید یہ بھی ارشاد فرمایا:-

ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن (حدیث پاک)

ترجمہ :- جس چیز کو مسلمان نیک اعتقاد کریں وہ خدا کے نزدیک بھی نیک ہے۔

مذکورہ بالا تمام حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ قیام وسلام کا جو طریقہ اہل سنت و جماعت کے یہاں رائج ہے وہ اجماع امت سے ثابت ہے۔

سوال (٦):- اذان علی القبر اور قبر میں شجرہ رکھنے کا ثبوت قرآن و حدیث اجماع امت اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے یا نہیں؟

جواب :- مسلمان میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اذان دینا جائز اور مستحسن ہے اس کا جواز اور امر مستحسن ہونا احادیث اور فقہاء کی کتابوں سے ثابت ہے۔مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز میں درج ہے۔لقنوا موتاكم لا اله الا الله (حدیث)

ترجمہ :- تم لوگ اپنے مردوں کو سکھاؤ لا اله الا الله

دنیاوی زندگی ختم ہونے پر انسان کیلئے دو بڑے خطرناک وقت آتے ہیں ایک جانکنی کا دوسرا قبر کے سوالات کا۔اگر جانکنی کے وقت خاتمہ بالخیر نصیب نہ ہوا تو عمر بھر کا کیا دھرا سب برباد گیا۔اور اگر قبر کے امتحان میں ناکامی ہوئی تو آئندہ آخرت کی زندگی برباد ہوئی۔اس لئے میت کے خویش و اقربا کو چاہئے کہ ان دونوں وقتوں میں مرنے والے کی امداد کریں۔اس وقت امداد کا یہ طریقہ نہایت مناسب ہے کہ میت کے سرہانے بیٹھ کر زور زور سے کلمہ پڑھ کر اسے سنائیں اور بعد دفن اس تک کلمہ کی آواز پہونچائیں۔

لہٰذا مذکورہ حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہی کہ جو شخص مر رہا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ دوسرا یہ کہ جو مر چکا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ۔پہلا معنی مجازی اور دوسرا معنی حقیقی یہ امر بھی مسلم ہے کہ بلاضرورت معنی مجازی مراد لینے کی حاجت نہیں۔لہٰذا حدیث کا یہی ترجمہ ہوا کہ اپنے مردوں کو کلمہ سکھاؤ۔اور یہ وقت دفن کے بعد کا ہے، چنانچہ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت میں ہے۔

اما عند اهل السنة فالحديث ای لقنوا موتاکم محمول علی حقیقته وقدروی عنه علیه السلام انه امر بالتلقین بعد الدفن فیقول یا فلاں ابن فلا اذکر دینك الذی کنت علیها۔ (ردالمحتار ص۱۹۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ :- اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث لقنوا موتاکم اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کرنے کا حکم دیا۔ پس قبر پر کہے کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں تو اس دین کو یاد کر جس پر تو تھا۔

شامی میں اسی جگہ مانعین تلقین کا رد بھی ہے عبارت ملاحظہ فرمائیں:-

وانما لا ینهی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیه بل نفع فان المیت یستانس بالذکر علی ماور دفیه الاثار۔ (ردالمحتار ص۱۹۱ مطبوعہ مصر)

دفن کے بعد تلقین کرنے سے منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس میں کوئی نقصان تو ہے نہیں۔ بلکہ اس میں نفع ہے۔ کیونکہ میت ذکر الٰہی سے انس حاصل کرتی ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

مذکورہ حدیث اور فقہی عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ دفن میت کے بعد اس کو کلمۂ طیبہ کی تلقین مستحب ہے تاکہ مردہ نکیرین کے سوالات میں کامیاب ہو جائے اذان میں نکیرین کے سوالات کا جواب بھی ہے۔ کیونکہ نکیرین میت سے تین سوال کرتے ہیں۔ اول یہ کہ تیرا رب کون ہے؟ **دوسرا** تیرا دین کیا ہے؟ **تیسرا** اس مرد کے بارے میں تم کیا کہہ رہے ہو؟ **پہلے** سوال کا جواب ہوا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ **دوسرے** کا جواب ہوا حی علی الصلوٰۃ یعنی میرا دین وہ ہے کہ جس میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں (سوائے اسلام کے کسی اور دین میں پانچ وقت کی نمازیں نہ تھیں)

تیسرے کا جواب ہوا۔ اشھد ان محمد رسول اللہ۔

اسکے علاوہ فقہاء کرام نے دس جگہ اذان کہنا سنت بتلایا ہے۔ درمختار جلد اول باب الاذان میں اشعار کی شکل میں عبارت درج ہے:-

فرض الصلوٰۃ وفی اذن الصغیر وفی
وقت الحریق وللحرب الذی وقعا
خلف المسافر والغیلان ان ظهرت
فاحفظ لست من الذی قد شرعا
و زید اربع ذوهم وذوغضب
مسافر ضل فی قفر ومن صرعا

ترجمہ :- نماز پنجگانہ کیلئے اور بچے کے کان میں اور آگ لگنے کے وقت اور جبکہ جنگ واقع ہو۔ مسافر کے پیچھے اور جن کے ظاہر ہونے پر، تو یاد کر لو یہ چھ وہ ہیں جو شرع سے مشروع ہیں۔ اور چار زیادہ کئے گئے ہیں غم والے پر اور غصہ والے پر اور جو مسافر کے راستہ بھول گیا اور مرگی کے مریض پر۔

اذان دینے کے فوائد :- اذان دینے سے سات فائدے حاصل ہوتے ہیں جن کا پتہ حدیث اور فقہاء کے اقوال سے چلتا ہے۔ وہ فائدے ہم بیان کر دیتے ہیں اسی سے آپ کو خود اندازہ ہوگا کہ میت کو ان میں سے کس کس سے فائدہ پہونچ سکتا ہے۔

پہلا فائدہ تو تلقین میت کا ہے۔ جس کا بیان لقنوا موتاکم کے تحت گزر چکا۔

دوسرا فائدہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے:-

اذا نودی للصلوۃ ادبر الشیطان له ضراط حتی لا یسمع التأذین۔

ترجمہ:- جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا ہے۔

تیسرا فائدہ:- یہ ہے کہ اذان دل کی وحشت کو دور کرتی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے نزل آدم بالهند واستوحش فنزل جبرئیل فنادی بالاذان حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان میں اترے اور ان کو سخت وحشت ہوئی پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے اذان دی۔

چوتھا فائدہ:- یہ ہے کہ اذان کی برکت سے غم دور ہوتا ہے اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

راٰنی النبی ﷺ حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراك حزینا فمر بعض اهلك یؤذن فی اذنك فانه دار للهم۔

ترجمہ:- مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رنجیدہ دیکھا تو فرمایا کہ اے ابی طالب کے بیٹے کیا وجہ ہے کہ تم کو رنجیدہ پاتا ہوں تم گھر والوں میں سے کسی کو حکم دو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہہ دے۔ کیونکہ اذان غم کو دور کرنے والی ہے۔

پانچواں فائدہ:- یہ ہے کہ اذان کی برکت سے لگی ہوئی آگ بجھ جاتی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اطفوا الحریق بالتکبیر اذا ر

یئتم الحریق فکبروا فانه یطفی النار۔

ترجمہ:- تم لوگ تکبیر کے ذریعہ آگ بجھاؤ۔ جب تم لوگ آگ دیکھو تو تکبیر کہو اس لئے کہ وہ آگ کو بجھا دیتی ہے۔

چھٹا فائدہ:- یہ ہے کہ اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کی برکت سے رحمت نازل ہوتی ہے عذاب قبر دور ہوتا ہے اور قبر کشادہ ہوتی ہے تنگی قبر سے نجات ملتی ہے امام احمد وطبرانی وبیہقی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کا واقعہ نقل کر کے روایت کی:-

سبح النبی ﷺ ثم کبر و کبر الناس قالوا یا رسول الله لم سبحت قال لقد تضایق علی هذا الرجل الصالح قبره حتی فرج الله تعالی عنه۔

ترجمہ:- بعد دفن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سبحان اللہ سبحان اللہ فرمایا۔ پھر اللہ اکبر اللہ اکبر کہا اور لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس صالح بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قبر کو کشادہ فرما دیا۔

ساتواں فائدہ:- یہ ہے کہ اذان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے اور صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے حضرت امام سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں:-

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة

ترجمہ:- صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی کہ جب میت کو قبر کے اندر دفن کیا جاتا ہے اس وقت کتنا ہولناک منظر ہوتا ہے تنگ تاریک کوٹھری۔ کوئی مونس و مددگار نہیں تن تنہا منوں من مٹی کے اندر نکرین کے سوالات کا جواب دینا ہے۔ اس وقت خویش و اقارب سے بچھڑنے کا غم پھر تنگ و تاریک کوٹھری کی وحشت اور نکیرین کی خوفناک صورت ایسے عالم میں اچانک سوالات کا سامنا۔ اسی کس مپرسی کے عالم میں شیطان کا فریب اور حملہ، ایسی حالت میں اگر میت کو بذریعہ اذان فائدہ اور مدد پہونچائی جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ آپ مذکورہ وضاحت کی روشنی میں خود فیصلہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے منکرین و معترضین کے جواب میں ایک مکمل رسالہ ترتیب دیا ہے جسکا نام انہوں نے ''ایذان الاجر فی اذان القبر'' رکھا ہے اس رسالے میں انہوں نے حدیث و قرآن کی روشنی میں پندرہ دلائل قاہرہ و باہرہ پیش کئے ہیں جن کو معلومات حاصل کرنا ہو وہ اس رسالے کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ یہاں پر میں اذان قبر کے وہ فوائد جو انہوں نے مردے کیلئے بیان کئے ہیں بہت اختصار کے طور پر لکھ رہا ہوں۔ انہوں نے میت کیلئے سات فوائد تحریر کئے ہیں (۱) شیطان رجیم کے شر سے پناہ (۲) بدولت تکبیر عذاب نار سے امان (۳) نکیرین کے سوالات کا جواب یاد آنا (۴) ذکر اذان کے باعث عذاب قبر سے نجات پانا (۵) بہ برکت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نزول رحمت (۶) بدولت اذان دفع وحشت (۷) زوال غم و حصول سرور و فرحت۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۵۵۶)

قبر میں شجرہ رکھنے کا ثبوت:- اسی طرح سے قبر میں بزرگان دین کے تبرکات اور غلاف کعبہ و شجرہ یا عہد نامہ وغیرہ رکھنا مردہ کی بخشش کا وسیلہ ہے قرآن فرماتا ہے: وابتغوا الیه الوسیلة یعنی اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا تھا:

اذهبوا بقميصى هذا فالقوه على وجه ابى يأتى بصيرا۔ (سورہ یوسف)

ترجمہ:- میری قمیص لے جا کر والد ماجد کے منھ پر ڈال دو، وہ انکھیارے ہو جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کا لباس شفا بخشتا ہے۔

مشکوٰۃ باب غسل المیت میں ہے:

عن ام عطية قالت دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نغسل ابنته فقال اغسلنها ثلاثا اوخمسا او اكثر من ذلك ان رأتن ذلك بماء وسدر واجعلن فى الاخرة كافورا او شيئا من كافور فاذا فرغتن فاذنني فلما فرغنا اذناه فالقى الينا حقوه فقال اشعرنها۔

(مشکوٰۃ ص ۱۴۳ / مسعود پبلیشنگ ہاؤس، دیوبند)

ترجمہ:- روایت ہے حضرت ام عطیہ سے انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے تو فرمایا کہ انہیں تین بار یا پانچ بار اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بار پانی اور بیری سے غسل دو، آخر میں کافور دیا، فرمایا کچھ کافور ڈال دو جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو۔ جب ہم فارغ ہو گئے تو ہم نے آپ کو اطلاع دی آپ نے ہماری طرف اپنا تہبند شریف پھینکا اور فرمایا کہ اسے ان کے کفن کے نیچے رکھ دو۔

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہو گیا کہ کوئی خاص تبرک جو بزرگوں سے منسوب ہو اس کو میت کی قبر میں رکھنا باعث رحمت و برکت ہے اور وسیلۂ نجات بھی ہے اسی حدیث کے تحت ''لمعات'' میں ہے:

هذا الحديث اصل فى التبرك بآثار الصالحين ولباسهم كما يفعله بعض مريدى المشائخ من لبس اقمصهم فى القبر۔

ترجمہ:- یہ حدیث صالحین کی چیزوں اوران کے کپڑوں سے برکت لینے کی اصل ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض مریدین قبر میں مشائخ کے کرتے پہنادیتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''اخبار الاخیار'' میں اپنے والد ماجد سیف الدین قادری قدس سرہ کے احوال میں فرماتے ہیں:

چوں وقت رحلت قریب ترآمد فرمودند کہ بعض ابیات وکلمات کہ مناسب معنی عفو ومغفرت باشد درکاغذے بنویسی وباکفن ہمراہ کنی۔

ترجمہ:- جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو فرمایا کہ بعض وہ اشعار اور کلمات جو کہ عفو و بخشش کے مناسب ہوں کسی کاغذ پر لکھ کر میرے کفن میں ساتھ رکھ دینا۔

حضرت شیخ محدث دہلوی کا یہ فرمان بہانگ دہل اعلان کررہا ہے کہ وہ تمام چیزیں جو عفو اور بخشش کا ذریعہ بن سکتی ہیں انہیں قبر میں رکھنا باعث برکت اور نجات ہے۔ ''عہدنامہ'' اور ''شجرہ'' یہ چیزیں بھی بزرگوں سے منسوب ہیں لہٰذا ان کے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ میت کے لئے مفید ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ عمرو بن عاص و دیگر صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے ناخن، بال، تہبند شریف اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کے لئے محفوظ رکھے۔

مذکورہ تمام حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ بزرگوں کے تبرکات اور قرآنی آیات یا دعا کسی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھنا جائز ہے بلکہ سنت ہے۔

سوال (۷) عرس کا لگانا، مزارات پر عورتوں کا جانا، چادر چڑھانا، بکرا، مرغا چڑھانا، شیرینی مٹھائی چڑھانا اور قبر پر سجدہ کرنا دلائل اربعہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب:- مذکورہ سوال دراصل چھ سوالوں پر مشتمل ہے اسلئے میں زیادہ تفصیل نہ بیان کرکے صرف نفس جواب پر ہی اکتفا کرونگا۔ ترتیب وار ہرایک کا جواب ملاحظہ فرمائیں

(۱) عرس کا لگانا:- عرس کا لغوی معنی شادی ہے۔ اسلئے دولہا اور دولہن کو عروس کہا جاتا ہے۔ بزرگان دین کی تاریخ وفات کو عرس اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب نکیرین ان سے قبر میں سوال کرتے ہیں اور وہ ان کا جواب اطمنان بخش دیدیتے ہیں تو نکیرین صاحب قبر سے کہتے ہیں کہ:-

نم كنومة العروس الذى لا يو قظه الا احب اهله اليه (حدیث پاک)

ترجمہ:- تو اس دلہن کی طرح سوجا کہ جس کو سوائے اس کے پیارے اور کوئی نہ اٹھائے۔

چونکہ اس دن نکیرین نے اس کو عروس کہا۔ اسلئے وہ دن روز عرس کہلایا۔ یا اس لئے کہ وہ جمال مصطفی ﷺ کو دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین انکی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا، اپنا جیسا کہتا تھا یا انہیں دونوں عالم کا دولہا کہتا تھا۔ ظاہر ہے جس کی جو عادت ہوگی وہ اپنی عادت کے مطابق وہی بولے گا۔ اس کی زبان سے ویسے ہی کلمات نکلیں گے عاشق رسول ﷺ اپنے نبی کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے گا کہ یہ تو سارے جگ

کے دولہا ہیں تمام عالم ان ہی کے دم قدم کی بہار ہے اور وصال محبوب کا دن عرس (خوشی) کا دن ہے۔ لہذا یہ دن عرس کہلایا۔ عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی صدقات وغیرہ کا ثواب صاحب مزار کو پہونچانا۔ اس عرس کا ثبوت حدیث پاک اور اقوال فقہاء سے ثابت ہے۔ شامی جلد اول باب زیارت القبور میں ہے:-

روی ابن ابی شیبة ان النبی ﷺ کان یاتی قبور الشهداء باحد علی راس کل حول.

ترجمہ :- ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

تفسیر کبیر میں بھی اس طرح کی روایت ہے عبارت ملاحظہ فرمائیں:-

عن رسول الله علیه السلام انه کان یاتی قبور الشهداء علیٰ راس کل حول فیقول سلام علیکم بماصبر تم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعة هکذا کانو یفعلون.

ترجمہ :- حضور علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور ان کو سلام فرماتے تھے آپ کے بعد آپ کے چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی بھی اصل عرس کو جائز مانتے ہیں۔ چنانچہ ''فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات'' میں لکھتے ہیں:-

بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہو گئیں مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے۔ اہل عرب سے معلوم ہوا کہ عرب شریف کے لوگ حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں۔ خاص کر علماء مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس کرتے رہے جن کا مزار مقدس احد پہاڑ پر ہے۔

اکابر دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرفعلی تھانوی کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب اپنی کتاب ''**فیصلہ ہفت مسئلہ**'' میں عرس کے جواز پر بہت زور دیتے ہیں خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں:-

فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرو مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

غرض کہ دنیا بھر کے مسلمان خصوصا اہل مدینہ عرس پر کاربند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔ ان اقوال سے ثابت ہو گیا کہ عرس کا انعقاد جائز اور کار ثواب ہے۔

(۲) مزارات پر عورتوں کا جانا :- اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے اس فعل قبیح پر ایک مکمل رسالہ ہی تالیف کیا ہے جس کا نام ''جمل النور لنهی النساء عن زیارت القبور'' ہے فاضل بریلوی مذکورہ کتاب میں غنیۃ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا کیسا ہے؟ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھ

سے جانے کا ارادہ کرتی ہے اور جب تک وہ واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضہ رسول ﷺ کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔

(۳) چادر چڑھانا :- بزرگان دین اولیاء کرام کے مزارات پر چادر چڑھانا جائز ہے اور امر مستحسن بھی ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے عام لوگوں کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے شامی جلد پنجم کتاب الکراہت باب اللبس میں صاف واضح ہے۔

قال فی فتاوی الحجة وتكره الستور على القبور ولكن نحن نقول الآن اذا قصد به التعظيم فی عيون العامة حتى لايحتقر واصاحب القبربل جلب الخشوع والادب للغافلين والزائرين فهوجائز لان الاعمال بالنيات۔

ترجمہ :- فتاوی حجہ میں کہا ہے کہ قبروں پر غلاف (پردے) مکروہ ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آجکل اگر اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہوتی ہے کہ وہ صاحب قبر کی حقارت نہ کریں۔ بلکہ غافلوں کو اس سے ادب اور خشوع حاصل ہو تو یہ جائز ہے کیونکہ اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔

شامی کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ جو جائز کام اولیاء اللہ کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے ہو وہ جائز ہے اس میں قیل وقال کرنا اور خواہ مخواہ اعتراض کرنا ناقص سمجھ کا قصور ہے۔

چادر کی اصل حضور علیہ السلام کے زمانہ سے ثابت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری میں کعبۂ معظمہ پر غلاف تھا۔ اس کو آپ نے منع نہیں فرمایا۔ کیونکہ اس سے

کعبہ کی عظمت ظاہر ہو رہی تھی۔ اسی طرح سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ پاک پر صدیوں سے سبز ریشمی غلاف چڑھا ہوا ہے جو کہ نہایت قیمتی ہے آج تک کسی نے اس کو منع نہیں کیا۔ اسی طرح مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل اللہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے ان احوال سے معلوم ہوا کہ جس فعل سے شعائر اللہ کی عظمت ظاہر ہو وہ فعل کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ امر مستحسن ہے۔ کلام الٰہی ناطق ہے۔

ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب۔ (سورۃ حج پارہ ۱۷ رکوع ۱۱)

ترجمہ :- اور وہ شخص جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو بیشک وہ دلوں کے خوف سے ہے۔

اولیاء اللہ اور ان کے مزارات شعائر اللہ ہیں۔ شعائر اللہ کی عظمت ظاہر کرنا قرآن سے ثابت ہے۔ اولیاء، علماء، صلحاء کی عظمت اور دیگر قبور سے امتیاز پیدا کرنے کیلئے ان کی قبروں پر پھول چڑھانا اور چادر چڑھانا یہ سب امور مستحب ہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ دس سورۃ توبہ زیر آیت انما يعمر مساجد الله من آمن بالله کے تحت درج ہے۔

فبناء القبات على قبور العلماء والاولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم امرجائزاذا كان القصد بذلك التعظيم فی اعين العامة حتى لا يحتقروا اصاحب هذا القبر۔

(جلد سوم ص ۴۰۰ مطبع بیروت)

ترجمہ :- علماء اور اولیاء اور صلحاء کی قبروں پر گنبد اور عمارت بنانا اور ان پر غلاف اور

عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہیں جبکہ اس سے مقصود ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت ہو اور لوگ ان کو حقیر نہ جانیں۔

مذکورہ عبارت سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ مزارات پر چادر چڑھانا درست ہے۔

(۴) بکرا مرغا چڑھانا:۔ دیوبندی وکیل کو اتنا بھی شعور نہیں کہ بکرا اور مرغا یہ جانور ہیں جانور کو مزارات کے قریب جانے ہی نہیں دیا جاتا ہے تو چڑھانے کا کیا سوال اٹھ سکتا ہے کیونکہ مزارات کے ارد گرد دیوار ہوتی ہے یا کسی اور طریقے سے انہیں محصور کر دیا جاتا ہے جب آس پاس جانور کو جانے نہیں دیا جاتا ہے تو بھلا بکرا اور مرغا کو ان قبروں پر چڑھنے یا چڑھانے کیسے دیا جائے گا ''بریں عقل و دانش بباید گریست'' اس وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ یہ سوال ہی غلط ہے۔ علماء اہل سنت اور برادران اہل سنت پر محض افترا ہے۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالا جاتا ہے عوام میں اس کا رواج ہے کوئی غوث پاک کے نام سے مرغا پالتا ہے کوئی خواجہ کے نام سے بکرا پالتا ہے کوئی کسی اور بزرگ کے نام سے کوئی حلال جانور پالتا ہے۔ پھر جب گیارہویں شریف کا موقع آتا ہے یا جن کے نام کا پالا ہوا جانور ہے انکا عرس آتا ہے تو شرعی طور پر اللہ کا نام لیکر جانور کو ذبح کیا جاتا ہے اور گوشت پکا کر اس پر نیاز دلائی جاتی ہے پھر اہل خانہ مع احباب اسے تناول کر لیتے ہیں کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب مزار کے منتظمین یا صاحب سجادہ کو پالا ہوا جانور پیش کر دیا جاتا ہے اس میں کونسا فعل غیر شرعی ہے؟

حلال جانور کا گوشت کیسے حرام اور کیسے حلال ہوتا ہے؟

اس کا ضابطہ ملاحظہ فرمائیں جس حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کرے وہ حلال ہے اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ حرام ہے۔ اسی طرح سے اگر مسلمان دیدہ و دانستہ بوقت ذبح بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے تو اس جانور کا گوشت بھی حرام ہے معلوم ہوا کہ حلت و حرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے مالک کا نہیں یا اگر جانور کسی کے نام سے موسوم ہے تو اس کا بھی نہیں۔ اگر مسلمان کا جانور ہے مشرک نے ذبح کیا تو حرام اور مشرک کا جانور ہے مسلمان نے ذبح کیا تو حلال خلاصہ یہ ہے کہ ذابح کے مسلمان یا کتابی ہونے اور ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے کا اعتبار ہے نہ کہ اس سے قبل کسی کے نام سے موسوم ہونے کا۔ قبل ذبح جانور کسی بت کے نام سے منسوب تھا لیکن ذبح اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوا۔ جانور کا گوشت حلال ہو گیا۔ اور اگر جانور قربانی کا یا عقیقہ کا ہے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا تو گوشت حرام ہو گیا۔ قرآن پاک میں ہے۔

ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ (سورہ انعام پارہ ۹ رکوع ۱)

ترجمہ:۔ اور تم لوگ اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس کے ذبح پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

تفسیرات احمدیہ میں آیت وما اھل بہ لغیر اللہ کے تحت درج ہے:۔

ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ وقت الذبح وان کانوا ینذرونہا۔

ترجمہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کیلئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہیں

لیا گیا اگر چہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں۔

اس عبارت نے گیارہویں شریف کے مرغ کا یا کسی بزرگ کے نام سے پالے ہوئے جانور کا فیصلہ کر دیا کہ اس طرح کا پالا ہوا جانور حلال ہے اور جانور کو بزرگ کے نام سے منسوب کرنا درست ہے۔ تفسیرات احمدیہ اس بزرگ کی کتاب ہے جن کو سب نے باتفاق رائے مانا ہے فرض کرو اگر دیوبندی وہابی کا ضابطہ مان لیا جائے کہ غیر اللہ کے نام کا پالا ہوا جانور ہر صورت میں حرام ہو جاتا ہے تو صبح سے شام تک لوگ حرام کاری کا ارتکاب کرتے نظر آئیں گے۔ کیونکہ گاؤں، دیہات، قصبہ جات میں اکثر دیکھا اور سنا جاتا ہے کہ یہ گائے فلاں کی ہے وہ بھینس فلاں کی ہے یہ بکرا فلاں کا ہے۔ وہ مرغی فلاں عورت کی ہے۔ گائے، بھینس کا دودھ یا گوشت اسی طرح سے بکرے کا گوشت یا مرغی کا انڈا یا اسکا گوشت بلا چوں و چرا کھایا جاتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی مخالف کیمپ سے کوئی فتویٰ صادر ہوتا ہے آخر ایسا کیوں؟ میرے نزدیک اس کیوں کا جواب یہی ہے کہ علماء دیوبند اور برادران دیوبند بخدا (خدا کی قسم) بزرگان دین سے کدورت اور حسد رکھتے ہیں ان کی عظمت و رفعت انہیں کسی آنکھ نہیں بھائی اس لئے اس طرح کی بات وہ پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(۵) شیرینی مٹھائی چڑھانا :- دیوبندی وکیل نے یہاں بھی عقل سے بیدل ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ مزار پر شیرینی یا مٹھائی کس طرح سے چڑھائی جاتی ہے۔ چڑھانے کا کوئی طریقہ نظر سے گزرا ہو تو نشاندہی کی جائے۔ میرے خیال سے "چڑھانا" یہاں بھی افترا اور بہتان ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ مزار کے پاس

شیرینی وغیرہ رکھ کر دوزانو بیٹھ کر زائر قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ فاتحہ کی مخصوص سورتیں پڑھتا ہے۔ پھر صاحب مزار کو ایصال ثواب کرتا ہے، اس میں کونسا فعل شنیع ہے؟

تحفہ و تحائف پیش کرنے کی اصل قرآن سے ثابت ہے تحفہ کی ایک صورت نیاز و نذر ہے جو بزرگان دین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے یا ایھا الذین امنوا اذا نا جیتم الرسول فقد موا بین یدی نجو یکم صدقة ذلك خيرلكم واطهر۔ (پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ)

ترجمہ :- اے ایمان والو جب تم رسول سے کچھ آہستہ عرض کرنا چاہو تو اس سے قبل کچھ صدقہ دے لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابتدائے اسلام میں مالداروں پر ضروری تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی ضروری مشورہ کرتے تو پہلے خیرات کرتے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دینار خیرات کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دس مسئلے پوچھے (خزائن العرفان) پھر بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ مگر اباحت اصلیہ اب بھی باقی ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مزارات پر صدقات و خیرات کا کوئی سامان لے جانا نیز تحفہ یا شیرینی وغیرہ لیکر جانا درست اور امر مستحسن ہے۔ اسی طرح سے مرید یا عقیدتمند کا پیر یا عالم دین یا کسی باعزت شخصیت کی بارگاہ میں کوئی محبوب چیز لیکر حاضر ہونا انہیں نذر یا ہدیہ پیش کرنا جائز ہے۔ ایسا کرنے سے ان کی طبیعت خوش ہوتی ہے۔ جب طبیعت اور روح خوش ہوتی ہے تو دل سے دعاء بھی نکلتی ہے۔ حاضرین زائرین کا مدعا اور مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ صاحب مزار ہم سے خوش ہو کر ہمارے حق میں دعاء کر دے کہ نصیبہ جاگ اٹھے اور

بگڑا ہوا کام بن جائے دلی مراد بر آئے۔

(۶) قبر پر سجدہ کرنا :- دیوبندی وکیل نے کیا مہمل سوال کیا ہے قبر پر کون سجدہ کرتا ہے؟ یا قبر پر سجدہ کا کیا معنی؟ آنجناب کو لفظ ''کو'' اور لفظ ''پر'' کا استعمال نہیں معلوم۔ ہاں سوال یہ کرتا کہ ''قبر کو سجدہ کرنا کیسا ہے؟'' تو یہ ایک سوال ہوتا بہرحال یہ تو عالم آشکارہ ہو چکا ہے کہ دیوبندی وکیل نرا جاہل اور بے عقل ہے علم سے وہ بالکل کورا ہے۔ جب سرغنہ اور بڑے میاں کا یہ عالم ہے تو پھر چھوٹے چھوٹے میاؤں کا عالم کیا ہوگا؟ گاؤں کے تمام لوگوں کو پتہ لگ گیا ہے اور عالم آشکارہ بھی ہو چکا ہے کہ دیوبندی فریق کے علماء کی علمی حیثیت کیا ہے؟ اور وہ لوگ کتنے پانی میں ہیں؟ بہرکیف جب سوال قائم کیا ہے تو اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ ''سامان بخشش'' میں ارشاد فرماتے ہیں۔

سنگ درجاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی
سجدہ نہ سمجھ زاہد سر دیتا ہوں نذرانہ

مذکورہ شعر سے پتہ چلا کہ صاحب مزار کا ارادتمند وعقیدتمند انکی چوکھٹ پر یا ان کے دروازہ کے پتھر پر جبیں سائی یعنی پیشانی رگڑتا ہے الفت ومحبت میں سرشار ہوکر اس کو چومتا ہے سجدہ نہیں کرتا ہے۔ بلکہ سجدہ تو وہ صرف خدا کو کرتا ہے۔

اس فرق کو سمجھنے کیلئے سجدے کی تعریف جان لینا ضروری ہے۔ شریعت میں سجدہ اس کو کہتے ہیں کہ زمین پر جسم کے سات عضو لگ جائیں۔ دونوں پنجے۔ ''دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ اور ناک و پیشانی۔ پھر اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔ (عام کتب فقہ)

پھر سجدہ کی دو قسم ہے سجدۂ تحیۃ اور سجدۂ عبادت۔

سجدۂ تحیۃ اس سجدہ کو کہتے ہیں جب کوئی بڑا آدمی سامنے آئے تو اسے دیکھ کر یا اس کی ملاقات کے وقت اسے سجدہ کرنا، سجدہ تحیۃ زمانہ آدم علیہ السلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جائز رہا۔ فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا۔ برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ اس طرح یہ سلسلہ برابر چلتا رہا مذہب اسلام نے سجدۂ تحیۃ کو حرام قرار دیا۔ اب کوئی کسی کو سجدۂ تحیۃ نہیں کر سکتا ہے۔

سجدۂ عبادت :- کسی کو خدا یا خدا کی طرح لائق عبادت جان کر سجدہ کرنا۔ سجدۂ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے۔ کسی نبی کے دین میں یہ جائز نہ رہا۔ کیونکہ ہر نبی نے توحید کا پیغام پہونچایا۔ اور اسکی تبلیغ کی شرک کسی نے بھی نہیں پھیلایا۔

مذکورہ بالا وضاحت سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ سجدہ کرنا اور ہے اور بوسہ لینا اور۔ سرکار مفتی اعظم ہند نے اپنے شعر میں پیشانی رگڑنے کو ''جبیں سائی'' سے تعبیر کیا ہے جو یقیناً حقیقت کی عکاسی ہے۔ عوام الناس کا دور حاضر میں مروجہ طریقہ جس کو دیوبندی وکیل نے سجدہ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ تعبیر نقلاً، عقلاً، عملاً کسی طرح بھی درست نہیں کیونکہ اس پر از روئے شرع سجدہ کا اطلاق نہیں ہوتا ہے وہ صرف آستانہ کو بوسہ ہے یا آستانہ پر پیشانی رگڑنا ہے اب رہا سوال کہ قبر کا بوسہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواز ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہت باب زیارت القبور میں ہے:-

ولا باس بتقبیل والدیہ کذا فی العرائب (ص ۳۵۱ مطبع بیروت لبنان)

ترجمہ :- اپنے ماں باپ کی قبریں چومنے میں کوئی حرج نہیں۔

عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے:-

ان التقبیل علی خمسة اوجه.قبلة الرحمة كقبلة الوالد ولده و قبلة التحية كقبلة المومنين بعضهم لبعض وقبلة الشفقة كقبلة الولد لوالديه و قبلة المودة كقبلة الرجل اخاه و قبلة الشهوة كقبلة الرجل امراته وزادبعضهم قبلة الديانة وهى قبلة الحجر الاسود.

(ص۳٦۹ مطبع بیروت ولبنان)

ترجمہ:- بیشک بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے، رحمت کا بوسہ جیسے کہ باپ اپنے فرزند کو چومے، ملاقات کا بوسہ جیسے کے بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں، شفقت کا بوسہ جیسے کہ فرزند اپنے والدین کو بوسہ دے، دوستی کا بوسہ جیسے کہ کوئی شخص اپنے دوست کو بوسہ دے، شہوت کا بوسہ جیسے کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے۔ بعض نے زیادہ کیا ہے دینداری کا بوسہ اور وہ سنگ اسود کا چومنا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:-

استنبط بعض العارفين من تقبيل الحجر الاسود تقبيل قبور الصالحين.

ترجمہ:- حجر اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کو چومنا ثابت کیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں بروایت ترمذی وابوداؤد منقول ہے:-

عن عائشة قالت قبل رسول الله ﷺ عثمان ابن مظعون وهوميت.

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عثمان ابن مظعون کو بوسہ دیا حالانکہ وہ انتقال کر چکے تھے۔

استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الاركان الكعبة جواز تقبيل كل من يستحق العظمة من ادمى وغيره نقل عن الامام احمد انه سئل عن تقبل منبر النبى عليه السلام و تقبل قبره فلم يره باساً و نقل عن ابن ابى الصنف اليمانى احد علماء مكة من الشافعية جواز تقبيل المصحف واجزاء الحديث و قبور الصالحين ملخصاً.

(شرح بخاری لابن حجر پارہ چھ ص ۱۱۵)

ترجمہ:- ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منبر پاک یا قبر انور چومنا کیسا ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصنف یمانی سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے قرآن کریم اور حدیث کے اوراق بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہے۔

مذکورہ بالا احادیث، اقوال فقہاء وعلماء سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے مزارات کا چومنا باعث سعادت اور برکت ہے۔ اسی لئے عوام الناس کا طریقہ اپنی جگہ درست اور جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ جس طریقے سے حیات ظاہری میں لوگ بزرگ ہستی سے دور رہتے ہیں اسی طریقے سے بعد وصال بھی انکی قبر سے کم از کم تین ہاتھ کے فاصلے سے کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کیا جائے۔

واہ کیا جود وکرم ہے شہِ بطحا تیرا

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کہ صدقہ تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضؔا اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ
ہم سے پیاسوں کے لئے دریا بہاتے جائیں گے

گل کھلے گا آج یہ ان کی نسیم فیض سے
خون روتے آئیں گے ہم مسکراتے جائیں گے

ہاں چلو حسرت زدو سنتے ہیں وہ دن آج ہے
تھی خبر جس کی کہ وہ جلوہ دکھاتے جائیں گے

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمن عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں

آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گریاں آئے ہیں
لوحِ دل سے نقش غم کو اب مٹاتے جائیں گے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضؔا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہر چرخ نبوت پہ روشن درود
گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہر یار ارم تاجدار حرم
نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

سر غیب ہدایت پہ غیبی درود
عطر حبیب نہایت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بہر سماحت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہواور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ماخذ و مراجع

نمبر	اسمائے کتب	مصنفین
۱	قرآن مجید	کلام الٰہی
۲	بخاری شریف	شیخ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری
۳	مشکوٰۃ شریف	شیخ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب
۴	تفسیر بیضاوی	شیخ ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر
۵	تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین محلی ،علامہ جلال الدین سیوطی
۶	تفسیر مدارک	شیخ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی
۷	تفسیر خازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی
۸	تفسیر عزیزی	مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی
۹	تفسیر حسینی	علامہ حسین بن علی واعظ کاشفی
۱۰	تفسیر نیشاپوری	علامہ نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین نیشاپوری
۱۱	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی
۱۲	تفسیر روح البیان	مولانا شیخ اسمٰعیل حقی
۱۳	تفسیرات احمدیہ	علامہ شیخ احمد معروف بہ ملا جیون
۱۴	شامی	علامہ سید امین الدین
۱۵	درمختار	علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
۱۶	فتاویٰ عالمگیری	مولانا شیخ نظام ورفقاۂ
۱۷	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی
۱۸	مواہب لدنیہ	امام قسطلانی
۱۹	حجۃ اللہ علی العالمین	محدث دہلوی
۲۰	قسطلانی شرح بخاری	امام قسطلانی
۲۱	تمہید ایمان	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی
۲۲	ردالمختار	علامہ سید امین الدین

۲۳	عید میلاد النبی کا بنیادی مقدمہ	علامہ نصر اللہ خاں افغانی
۲۴	نسیم الریاض	علامہ شہاب الدین خفاجی
۲۵	حدائق بخشش	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی
۲۶	امداد السلوک	مولوی رشید احمد گنگوہی
۲۷	فیصلہ ہفت مسئلہ	مولانا امداد اللہ مہاجر مکی
۲۸	جاء الحق	مفتی احمد یار خاں
۲۹	سیرت النبی	مولوی شبلی نعمانی
۳۰	فتاویٰ رشیدیہ	مولوی رشید احمد گنگوہی
۳۱	تقویۃ الایمان	مولوی اسمٰعیل دہلوی
۳۲	اشد العزاب	مولوی مرتضٰی حسن دربھنگی
۳۳	زیروزبر	علامہ ارشد القادری
۳۴	تحذیر الناس	مولوی قاسم نانوتوی
۳۵	اعلیٰحضرت کا تعارف	ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی
۳۶	مزارات پر عورتوں کی حاضری	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی
۳۷	سامان بخشش	مفتی مصطفٰی رضا خاں
۳۸	تذکرہ نعت گویان	ڈاکٹر عبد اللطیف ادیب
۳۹	خون کے آنسو	علامہ مشتاق احمد نظامی
۴۰	عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف	ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی
۴۱	جامع الاحادیث	مولانا محمد حنیف خاں

ماھنامہ و رسائل

۱	المصداق	سالنامہ
۲	القول السدید	ماہنامہ
۳	فیضان	ماہنامہ
۴	عرفات	ماہنامہ
۵	یٰس	ماہنامہ

مصنف کی تصنیفات وتالیفات کی

فہرست

★ جہانِ ریحان

★ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حیات وخدمات (مقالۂ ڈاکٹریٹ)

★ سوانحی خاکہ

★ مقالاتِ لطیفی

★ مکتوبات لطیفی

★ شذرات

★ عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف

★ اعلیٰ حضرت کا تعارف

★ آخری کوشش

★ توصیف ملت کا یادگار سفرِ حج

Lucky Press-9219289921